(جملہ حقوق محفوظ)

# فصوص الاسلام اور اقبالؒ

## دفتر اول

معروف بہ

# فلسفۂ اسلام اور اقبالؒ

میر محمد خاں ہم مشرب اقبالؒ

قیمت ۴ عہ

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضمون | نمبر صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱۔ | پیشکش ۔ | ۳ |
| ۲۔ | مقدمہ ۔ | ۱۱ |
| ۳۔ | تمہید اصلاحِ خودی ۔ | ۲۳ |
| ۴۔ | شاہکار اصلاحِ خودی ۔ | ۴۰ |
| ۵۔ | تمہید اسرارِ خودی ۔ | ۶۹ |
| ۶۔ | شاہکار اسرارِ خودی ۔ | ۷۴ |
| ۷۔ | تمہید رموزِ بیخودی ۔ | ۱۰۷ |
| ۸۔ | شاہکار رموزِ بیخودی | ۱۱۲ |

# نہایت ضروری التماس

فصوص الاسلام اور اقبال تین دفتر پر مشتمل ہے

دفتر اوّل۔ فلسفۂ اسلام اور اقبال۔

دفتر دوم۔ فلسفۂ اشراقین اور اسلام۔

دفتر سوم۔ معارفِ قرآن اور اقبال۔

جو صاحب اسلام اور علاّمہ سر محمد اقبالؒ کے کمالات سے پورا لُطف حاصل کرنا چاہیں وہ ہر سہ دفتر ملاحظہ فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

اقبال بُک ڈپو جالندھر شہر محلہ راستہ متصل چاہ مصری خاں (پنجاب)

# پیشکش

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ انانیت کے اس خارزار یعنی دُنیا سے دامن بچا کر نکل جانے کی صرف تین ہی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ اور یہی تینوں صورتیں یعنی اصلاحِ خودی، اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی اہلِ فلسفہ کے نزدیک انسان کے فطری مقاصدِ حیات قرار دیے گئے ہیں جن کی مدد کے بغیر عرفانِ ذات دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے مصداق عارف کا لقب اسی کو زیب دیتا ہے جو راہِ سلوک کی دشوار گزاریوں سے پورے طور پر واقف ہو۔ معرفتِ نفس کے یہی وہ تین زینے ہیں جن کو عبور کر کے عارف پر ذات کا عرفان ہوتا ہے اور وہ مقامِ عبدیت سے روشناس ہو کر بے اختیار چلا اُٹھتا ہے ؎

خودی کا سرِّ نہاں لَا اِلٰهَ اِلَّا الله ۔ خودی ہے تیغ فساں لَا اِلٰهَ اِلَّا الله

۱۔ اصلاحِ خودی جملہ ادیان و ملل کے سیاسیات کا گنجینہ ہے جس کے حلقۂ اثر میں علومِ اخلاقیہ بدرجۂ اتم شامل ہیں۔ بالفاظِ دیگر اصلاحِ خودی کی فضائے تناسب ایک ایسا سمندر ہے جس کا دور تک کنارہ نظر نہیں آتا لیکن غواصانِ معرفت کی سہولت کے لئے رسالت آخر الزمان نے اس بحرِ ناپیدا کنار کو بہ تطبیق وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ اس خوش اسلوبی سے کوزۂ نماز میں منضبط کر دیا ہے کہ متلاشیانِ حقیقت کو یہیں سے گوہرِ حیات دستیاب ہو سکتے ہیں۔

۲۔ علیٰ ہٰذا اسرارِ خودی ایسی ہی فضائے بیکنار ہے جو فلسفہ، مذہب، طب، ہیئت، نجوم وغیرہ کی آئینہ داری میں انجمِ افلاک کی طرح بکھرے ہوئے شیرازہ میں

منضبط ہے جس کی دھندلی سی شعاع مطمح نظر ہو سکتی ہے لیکن شمسِ رسالت نے اس منتشر پارینہ فضا کو اپنی نورٌ علیٰ نور ضیا پاشیوں سے بہ حقیقت مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ (نماز بامشاہدہ) کے شیرازہ میں ایسا ضبط فرمایا ہے کہ اسرارِ خودی کی بسیط فضا اپنی تجلیات میں آفتاب کی طرح نور افشاں محور ہے۔

اسی طرح رموزِ بے خودی کی نقاب کشائی میں ہر چند سالکانِ معرفت نے دفتر کے دفتر سیاہ کر دئیے ہیں لیکن بمصداق مصرع - چوں ندید ند حقیقت رہِ افسانہ زدند ابھی تک منزل سے کوسوں دُور بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اُنہیں شاید یہ علم نہیں کہ فاران کی چوٹیوں پر چمکنے والے خاورِ رسالت نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ان اسرار و غوامض کی تاریکیوں کو معارفِ نماز حضور لاصلوٰۃ الّا بحضور القلب کے اُجالے سے بدل دیا تھا۔

قادرِ مطلق نے جس طرح انسان کو اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ کے گراں قدر منصب سے نوازا ہے۔ اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم کے زیور سے تزئین بخشی ہے۔ بعینہٖ نماز کو جملہ عبادات کا فضیلت مآب زبدہ قرار دیا ہے جس میں مراحلِ حیات کے بے پناہ علوم اس خوبی سے سمو دئیے گئے ہیں کہ نماز ہی صحیح معنوں میں حیات کی گتھیوں کو سلجھانے کی مطمحِ نظر ہے۔ نماز سے میرا مدعا وضعِ ظاہری کی پابندی یا الفاظ و اعضاء و جوارح کا تحرک میں لانا نہیں بلکہ خشوع و خضوع قلبی کو مشتعل کرنا ہے۔ جو واقع میں ہماری عبادتوں کا نصب العین اور ہمارے رازِ حیات کا مقصدِ اعلیٰ ہے۔ اور جس کی شہادت و صداقت میں ہدیہ ہذا مطلع الانوار کی حیثیت رکھتا ہے

زیرِ نظر ہدیہ میں مذکورہ انوارِ رسالت کا احصا تین شاہکاروں کی شرح و بسط میں کیا گیا ہے اور تینوں شاہکار بالترتیب اصلاحِ خودی، اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی سے موسوم ہیں جو سورج کی نور پاشیوں کی طرح درج ذیل گیارہ مطمح ہائے نظر کو منوّر کر رہے ہیں۔

۱۔ پہلا نظریہ ۔ رازِ حیات کو سلجھانے میں اسلام کے مقابل تمام مذاہب کے فلسفے نامکمل ہیں

۲۔ دوسرا نظریہ ۔ رازِ حیات کی عقدہ کشائی میں اسلام مکمل دینِ فطرت ہے ۔

۳۔ تیسرا نظریہ ۔ مکمل آزادی کا سرمایہ صرف مذہب اسلام ہے ۔

۴۔ چوتھا نظریہ ۔ اہلِ اسلام دُنیا میں ہر قسم کی ترقی جس قدر کرنا چاہیں کر سکتے ہیں ۔

۵۔ پانچواں نظریہ ۔ نمازِ حضور کے حقائق و معارف میں رازِ حیات کا انکشاف ۔

۶۔ چھٹا نظریہ ۔ بحکم اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ حضور رسالت پناہ صلعم کا پیغام متعلق بہ نمازِ حضور بنی نوع انسان کیلئے آخری پیغام ہے

۷۔ ساتواں نظریہ ۔ علامہ سر محمد اقبال کی تحصیل رازِ حیات میں غیر مذاہب کے ماخوذات کا شائبہ تک نہیں ہے بلکہ علامہ کی تحصیل قرآن حکیم ہی سے مکمل ہے ۔

۸۔ آٹھواں نظریہ ۔ "خمخانۂ اقبال" حضرت علامہ کی جملہ تصانیف کا لُبِ لباب اور جواہرِ اتم ہے اور ہدیہ ہذا اس کی مکمل شرح ۔

۹۔ نواں نظریہ ۔ غیر فطری شوائب مکمل غلامی کا سرمایہ ہیں ۔

۱۰۔ دسواں نظریہ ۔ جب تک ایشیا اور یورپ معارفِ دینِ فطرت کو اپنا شعار نہ بنائے گا مصائبِ غیر فطرت کی غلامی سے نجات مشکل ہے ۔

۱۱۔ گیارھواں نظریہ ۔ اخبار پرتاپ لاہور کی فرعونیت کا مکمل استیصال (اس مضمون کا حوالہ مقدمہ میں دیا گیا ہے)

# لہٰذا

اس ہدیہ کو حسب ذیل اُولوالباب داراب علم و فضل علامہ ہائے زماں

۱۔ کہفِ اماں عالیجناب قائد اعظم حضرت مولانا محمد علی صاحب جناح مدظلہ ۔

۲۔ عالیجناب حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خانصاحب مشرقی مدظلہ ۔

۳۔ عالیجناب حضرت علامہ سید **ابو الاعلیٰ** صاحب مودودی مدظلہٗ

۴۔ عالیجناب زبدۃ السالکین حضرت خواجہ **حسن نظامی** صاحب مدظلہٗ۔

۵۔ عالیجناب قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن مدظلہٗ۔

۶۔ عالیجناب حضرت علامہ **عبد الحق** صاحب صدر انجمن ترقی اُردو مدظلہٗ

۷۔ عالیجناب حضرت علامہ **غلام احمد** صاحب پرویز صدر ادارہ معارفِ قرآن مدظلہٗ

۸۔ عالیجناب حضرت مولانا **ظفر علی** خانصاحب ایڈیٹر زمیندار اخبار مدظلہٗ

کی خدمت میں پیش کرکے ملتمس ہوں کہ ہدیہ ہذا شرف ملاحظہ سے مشرف فرماکر نیاز آگین کو مرہونِ منت فرمائیں اور اگر اربابِ علم کے نظریات میں اس ہدیہ کی اشاعت مسلمانوں کے لئے مفید ہو تو از رہ اکرام اس کا ریویو شائع فرماکر ممنون فرمائیں تاکہ اہل اسلام کی توجہات دینِ قیّم کے معارف کی طرف منعطف ہو۔ اور وہ انوارِ معرفت توحید سے مستفیض ہوں۔ اس لئے کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم کی کمی کو کسی ممکن حد تک پورا کرنا بیحد ضروری ہے چنانچہ علامہ صاحب اس کمی کے متعلق نالاں ہیں ؎

من کہ بہرِ دیگراں سوزم چو شمع — بزمِ خود را گریہ آموزم چو شمع
دل بدوشش و دیدہ برفرداستم — درمیانِ انجمن تنہا ستم
شمع را تنہا تپیدن سہل نیست — آہ این پروانۂ من اہل نیست
درجہان یارب ندیمِ من کجا است — نخلِ سینائم کلیم من کجا ست
انتظارِ غمگسارے تا کجا — جستجوئے رازدارے تا کجا
این امانت بارگیر از سینہ ام — خارِ جوہر برکش از آئینہ ام

یا مرا یک ہمدمِ دیرینہ دہ
عشقِ عالم سوز را آئینہ دہ

علّامہ صاحب ذیل کے اشعار میں وجوہات کمی کا اظہار فرماتے ہیں ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی　　　یہ اُمّت روایات میں کھو گئی
بیاں ان کا منطق سے سلجھا ہوا　　　لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا

ان اشعار سے عیاں ہے کہ عام طور پر حقائق اسلام اہلِ اسلام کے سامنے روایات و فسانہ ہا کی تشکیل میں پیش کئے جاتے ہیں اور علوم حقائق و معارف اسلام بیان کرنے سے اس قدر احتراز ہے کہ کبھی کسی نے یہ آواز تک نہیں سنی اس لئے آپ اسلام کی اس ناگوار فضا پر تاسف بھری آرزو کا اظہار فرماتے ہیں ؎

تو گفتی از حیاتِ جاوداں گو　　　بگوشِ مردہ پیغامِ جاں گو
ولے گویند ایں ناحق شناساں　　　کہ تاریخِ وفات این و آں گو
چیست تاریخ اے زِ خود بیگانۂ　　　داستانے قصۂ افسانۂ
ربط ایّام است ما را پیرہن　　　سوزنش حفظِ روایاتِ کہن

برطبق آپ فرماتے ہیں ؎

بخاکِ ہند نوائے حیات بے سود است　　　کہ مردہ زندہ نگردد بہ نغمۂ داؤد
بُجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　　مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

اور اگر بفرضِ محال فی زمانہ کسی نے معارفِ اسلام لکھنے میں اسلام سے نہایت ہمدردی کی تو تصوفِ اسلام اور تصوفِ ویدا اور فلسفہ مغرب کے منطبق میں اسلام کو پایہ صداقت تک پہنچانے کی کوشش کی گئی جس سے مراد یہ ہے کہ انکی نظروں میں اسلام کی سچائی کا معیار یہی ہے کہ ویدانت ـ فلسفہ مغرب اور اسلام واحد حقیقت ہیں جو سراسر اسلام کی توہین اور تکذیب ہے۔

ترشح ہوتا ہے کہ ایسے احباب نے محض ویدانت ـ فلسفہ مغرب اور تصوّفِ اسلام کے مضامین سے بزعمِ خود یہ فیصلہ کر لیا ـ اور ان کے جُداگانہ نصب العین کو نظر انداز

رکھا۔ اگر ان کو ہر مصلح نظر کے نصب العین کا اندازہ انکی اپنی یاد سے فراموش نہ ہوتا تو وہ ضرور اسلام کو ان مساوات کے انحطاط سے بری رکھتے بلکہ فضیلتِ اسلام کے حامی ہوتے چنانچہ علامہ صاحب الیسی غلط فہمیوں کے شاکی ہیں ؎

نگہبانِ حرم معمارِ دیر است ۔۔۔ یقینش مردہ و چشمش بغیر است
مسلمان ہیں توحید میں گرمجوش ۔۔۔ مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدّن تصوف شریعت کلام ۔۔۔ بتانِ عجم کے پجاری تمام

آپ اپنے یاس و حرمان کا اظہار فرماتے ہوئے قوم کو مخاطب کرتے ہیں ؎

حرف شوق آوردہ ام از من بگیر ۔۔۔ از فقیرے رمزِ سلطانی بگیر
از تب و تابم نصیبِ خود بگیر ۔۔۔ بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر
بیا یک ذرہ از دردِ دلم گیر ۔۔۔ تہِ گردوں بہشت جاوداں ساز
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام ۔۔۔ تا درخشی مثل تیغِ بے نیام

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ علامہ صاحب نے قوم کی مذکورہ کمی کو پورا کرنے کے لئے اپنی عزیز زندگی کی قربانی دے کر اسلام کی فضیلت مآب تعلیم حاصل کی جیساکہ آپ فرماتے ہیں ؎

سالہا گردیدہ ام در کوہ و دشت ۔۔۔ تا مقامِ خویش بر من فاش گشت
چوں میگویم مسلمانم بلرزم ۔۔۔ کہ دانم مشکلاتِ لا الہ را

چنانچہ آپ اس جان نثار تحصیل کی قوم کو دعوت دیتے ہیں ؎

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام ۔۔۔ شرح رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام
یا مسلماناں غمے بخشیدہ ام ۔۔۔ کہنہ شاخے را نمے بخشیدہ ام

اور اس آرزو کے ساتھ آپ درگاہِ خداوندی میں دعا کرتے ہیں ؎

جوانوں کو میری آہ سحر دے ۔۔۔ پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے میرا نورِ بصیرت عام کر دے

علامہ صاحب کی اس فضیلت مآب تعلیم کا خلاصہ اس ہدیہ کے ہر مضمون میں موجود ہے جس کے ملاحظہ سے اہلِ اسلام مشرق و مغرب کی نامکمل فلاسفی کے توازنات کا مطالعہ کرتے ہوئے اسلام کی مکمل اور مبارک فضیلت مآب تعلیم روزِ روشن کی طرح ملاحظہ کریں گے ۔ اسی سلسلہ میں مضامین مقدمہ قابلِ ملاحظہ ہیں ۔

الملتمس

نیاز آگین صوفی میر محمد خاں جالندھری ہم مشربِ اقبال

# مقدّمہ

## اقبال کی اسلامی شخصیّت

علاّمہ مرحوم کی جملہ تصانیف وسعتِ معلومات کے لحاظ سے ایسا قابلِ قدر سرمایہ ہے جس میں مشرق و مغرب کے فلسفۂ زندگی کے عقدہ ہائے لاینحل کو سلجھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ حکمائے یورپ میں افلاطون، گوئٹے، آئن سٹائن، ڈارون، ہیگل، نیٹشے اور برگسان وغیرھم کے اسماء سے کون واقف نہیں۔ ایشیا کے فلسفہ دانوں میں شنکر آچاریہ بھگت کبیر، امام رازی، امام غزالی، محی الدین عربی اور مولانائے روم کو کون نہیں جانتا اقبال کی علمی تشنگی نے ان تمام سرچشموں کا پانی پیا لیکن پیاس کی شدت تھی کہ ہونٹ ابھی تک خشک تھے۔ راہِ سکون کا یہ مسافر ابھی تک ائمہ معرفت میں سے کسی کو اپنا رہنما نہ بنا سکا تھا۔ تشکیک و ارتیاب کی لہریں اس کے دِل میں اُٹھ رہی تھیں اور یقین کا سہارا لینے کے لئے اس کی نگاہیں کسی "مردِ کامل" کی متلاشی تھیں۔ آخر کار جلال الدین رومی کی ذات میں اسے حقیقت و معرفت کے وہ جلوے نظر آہی گئے جن کے مشاہدے سے اُس کی مضطرب اور بے چین روح کو طمانیت نصیب ہوئی۔ یہ واقعہ ہے کہ اقبال کے فطری مطمحِ نظر نے دیگر فلسفہ دانوں کے لوثِ طبیعت سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے ایک ایسے مرشدِ کامل کا تتبّع اپنے اوپر لازم سمجھا جس کی تیز بینی اور ژرف نگاہی مراحلِ زندگی کا مکمل طور پر احصار کر چکی تھی۔ یہ مرشدِ کامل مولانائے روم کی ذات ہی تھی۔ جس میں اقبال

نے فلسفے کی تکمیلات کا مشاہدہ کیا۔ وہ قلبی تسکین جو اقبال کو یہاں آکر حاصل ہوئی دیگر ائمہ فلاسفہ کے مطالعہ سے نہ مل سکی اور یہی وجہ ہے کہ مولانائے روم کا نظریہ انسانی مراحل حیات مشتمل بر اصلاحِ خودی، اسرار خودی، رموزِ بیخودی وغیرہ کو تطبیق قرآنی کی مدد سے جس بامِ کمال تک پہنچاتا ہے ہر فلسفہ دان کی وہاں تک رسائی نہیں۔ بہ الفاظِ دیگر ان لوگوں کے مشاہدات ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچے اور یہ صرف رومی کا ہی اعجاز تھا کہ زندگی کے دقیق مسائل نے "اکملیت" کا لباس پہنا۔ رومی نے قرآن و حدیث کی روشنی کو خضرِ راہ بنایا اور اسی کی مدد سے سلوک کی تمام منزلیں طے کیں۔ علامہ موصوف نے بھی اسی شاہراہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی کوشش کی اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کو ملحوظ رکھتے ہوئے دینِ فطرت کی ضیاپاشیوں کو عام کرنا شروع کیا تاکہ ہر شخص بقدر استعداد اپنے سینے کو نورِ معرفت سے روشن کر سکے۔ یہی نہیں بلکہ معرفت کے اس نادر سرچشمے کا نشان تک بھی بتا دیا تاکہ باذوق طبیعتیں کسبِ کمال کے لئے خود اس کی طرف متوجہ ہوں۔

پیرِ رومی مرشدِ روشن ضمیر ۔۔۔ کاروانِ عشق و مستی را امیر
منزلش برتر زِ ماہ و آفتاب ۔۔۔ خیمہ را از کہکشاں سازد طناب
نورِ قرآں درمیانِ سینہ اش ۔۔۔ جامِ جم شرمندہ از آئینہ اش
از نئے آں نے نوازِ پاک زاد ۔۔۔ باز شورے در نہادِ من فتاد
زِ چشمِ مست رومی وام کردم ۔۔۔ سرورے از مقامِ کبریائی

---

ہم خوگرِ محسوس ہیں ساحل کے خریدار ۔۔۔ اک بحرِ پُر آشوب پُر اسرار ہے رومی
تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال ۔۔۔ جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی
اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام ۔۔۔ کہتے ہیں چراغِ رہِ اسرار ہے رومی

اقبال کے نزدیک انسانی خودی ایک ارفع و اعلیٰ عالم سے پیوند رکھتی ہے اور الوہیانہ صلاحیتوں کی حامل ہے اس لئے اس کی ترقی اور نشو و نما کا وہی راستہ ہوگا جو ان صلاحیتوں کو درجۂ کمال تک لے جائے۔ اقبال نے اسی رازِ سربستہ کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسلام ایک مستقل نظریۂ حیات اور ایک مکمل نظامِ عمل ہے جو مسلمانوں کی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے اور اسلام کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے تمدنی اور معاشرتی قوانین، سیاسی نظام، اقتصادی معاملات اور تعلیم و تنظیم اسلامی تعلیمات پر مبنی ہوں تاکہ اسلامی احکام (قرآنِ حکیم) کے مطابق زندگی کی تشکیل ہو سکے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم — حکمتِ او لایزال است و قدیم
حرف او را ریب نے تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست — عصرہا پیچیدہ در آناتِ اوست
یک جہانش عصرِ حاضر را بس است — گیر اگر در سینۂ دل معنی رس است
بندۂ مومن ز آیاتِ خدا است — ہر جہاں اندر برِ او چوں قبا است
چوں کہن گردد جہانے در برش — مے دہد قرآں جہانے دیگرش
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است — ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود — جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

لیکن ہمیں حیرت اور استعجاب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ حکمائے یورپ کے زلہ خواروں نے اقبال کے مقام کو سمجھنے تک کی بھی کوشش نہیں کی۔ وہ نقار خانہ میں یہی الاپتے رہے کہ اقبال نے سوائے خوشہ چینی کے اور کام ہی کیا کیا ہے۔ کاش یہ حضرات نطشے اور برگساں کے نظریات کی عینک اتار کر دیکھتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ اقبال کی نغمہ سرائی اُن پردوں کی حامل ہے جن میں آہیں بھی چھپی ہوئی ہیں اور

واہ کا شور بھی بلند ہوتا ہے۔ اقبال صحیح شیوۂ اسلامی کی تخلیق چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک زندگی کا صحیح مقصد رضائے الٰہی پر چل کر کائنات کو مسخر کرنا اور ہر نظام کہنہ کو مٹا کر روئے زمین پر خدائے برحق کی حکومت قائم کرنا ہے تاکہ انسانیت ظلم و استبداد کے پنجے سے آزاد ہو۔ یہی وہ صورتِ تمیز ہے جو اقبال کو دیگر حکماء کے مقابلہ میں ایک جدا گانہ مقام دیتی ہے جسکے زیرِ اثر وہ صاف صاف کہ دیتے ہیں ؎

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام　　شرحِ رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام

اس کے بالکل برعکس فلسفہ دانانِ یورپ کے متعلق خود علامہ صاحب نے وقیع رائے کا اظہار فرمایا ہے ؎

فلسفی ایں راز کم فہمیدہ اند　　فکرِ او بر آب و گل پیچیدہ اند
آہ یورپ زیں مقام آگاہ نیست　　چشمِ او ینظر بنور اللہ نیست
بہ افرنگی بتان دل باختم من　　زِ تابِ دیریاں بگداختم من
چناں از خویشتن بیگانہ گشتم　　چوں دیدم خویش را نشناختم من
فکرِ فرنگ پیشِ مجاز آورد سجود　　بینائے کور و مست تماشائے رنگ و بو است
گردندہ تر زِ چرخ و ربائندہ تر زِ مرگ　　از دستِ او بدامن ما چاک بے رفو است
من درونِ شیشہ ہائے عصرِ حاضر دیدہ ام　　آنچناں زہرے کہ از وے مارہا در پیچ و تاب
زِ افرنگی صنم بیگانہ تر شو　　کہ پیمانش نمی ارزد بیک جو
مذہبِ عصرِ نو آئینے نگر　　حاصل تہذیب لا دینے نگر
مرد راہ دانے نبود اندر فرنگ　　پس فزوں شد نغمہ اش از تار و چنگ
راہ رو را کس نشاں از راہ نداد　　صد خلل در وارداتِ او فتاد
مشرق خراب و مغرب از آں بیشتر خراب　　عالم تمام مردہ و بے ذوق جستجو است

ان اشعار میں علامہ صاحب کی صائب الرائی اس حقیقت پر کافی روشنی ڈالتی ہے

کہ فلسفیٔ مغرب کے ذہنی تصورات بالکل جداگانہ اور نامکمل ہیں مثلاً ایک حرکت کو رازِ حیات کا محور تعبیر کرتا ہے اور دوسرا زماں کو تیسرا مکان اور چوتھا مادّ کو اس لیئے وہ ایک راہ گم کردہ مسافر کی طرح ادھر اُدھر بھٹک رہے ہیں۔ اقبال ان کی علمی تحصیل کو ادھوری گردانتے ہوئے کسی طرح بھی یہ روا نہیں رکھتا کہ جو خود محتاج ہو اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

مرا از شکستن چناں عار ناید — کہ از دیگراں خواستن مومیائی
تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش — براہ دیگراں رفتن حرام است

حاصل کلام ناظرین کرام علامہ اقبال کی اسلامی تحصیلِ کمال اور فلسفہ دانانِ یورپ کے ناتمام تجسّس کا مقابلہ کتاب ہذا کے دوسرے شاہکار ہیں بحقیقت سیر وجود اور سیر الی اللہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ وہ اسرار رازِ حیات کا سرمایہ ہیں۔ اقبال نے اپنی تصانیف میں جن کا خلاصہ خمخانۂ اقبال ہے رازِ حیات کے مطمحِ نظر میں اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی کے غوامض سرمدی زندگی سے تعبیر کئے ہیں جو سراسر تعلیم قرآن کے آئینہ دار ہیں

تب و تاب بتکدۂ عجم نرسد بسوز وگدازِ من — کہ بیک نگاہ محمدِ عربی گرفت حجازِ من
نرسد فسوں گری خرد بہ تپیدنِ دلِ زندۂ — زکنشت فلسفیاں در آ بحریم سوز وگدازِ من
تکیہ بر عقلِ جہاں بینِ فلاطوں نکنم — در کنارم دلکے شوخ و نظر بازے ہست
بر عقلِ فلک پیما ترکانہ شبیخوں بہ — یک ذرۂ دردِ دل از علمِ فلاطون بہ
حکمت و فلسفہ کرد است گراں خیز مرا — خضرِ من از سرم ایں بارِ گراں پاک انداز
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ — سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

حضرت علّامہ کی اس کمالِ اسلامی شخصیت نے راقم الحروف کو اس قدر مالوف کیا کہ اس تالیف کے جذبات میں آپ کی اس وضعداری کا تحفظ بذریعۂ معارفِ قرآن اور اقبال معروف بہ "خمخانۂ اقبال" اس طرح کیا گیا کہ آپ کی جملہ تصانیف سے، ہر موضوع

بہ سلسلہ از حیات انتخاب کئے گئے اور ہر موضوع کا عنوان آیہ قرآن سے منطبق کیا گیا جس سے صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ کا ہر موضوع تفسیر قرآن ہے۔ مزید برآں آپ کی تفسیر کی صداقت میں آپ کے اشعار کے بعد مشاہیر اسلام کا کلام بھی حسبِ پیش کیا گیا ہے تاکہ آپ کا کلام با تفاق مشاہیر اسلام مسلّمہ متصور ہو۔ اس لئے "خمخانۂ اقبال" اس صداقت کی مکمل شہادت ہے کہ علامہ صاحب نے جو کچھ حاصل کیا اور بیان کیا وہ بہمہ حقائق و معارف تحصیلِ قرآن ہے اور اس تحصیل میں قرآن کے سوا دیگر ماخذ کی طرف متوجہ ہونا نہ صرف تغافل ہے بلکہ علامہ کی ذات گرامی صفات پر ایک بہتان عظیم سے کم نہیں۔ مزید برآں اسی سلسلہ صداقت میں منجملہ خمخانۂ اقبال خمِ نماز مشتملبر نمازِ حضور کی شرح میں یہ کتاب موسوم بہ فلسفہ اسلام اور اقبال مشتملبر اصلاحِ خودی۔ اسرارِ خودی۔ رموزِ بیخودی لکھی گئی ہے تاکہ حضرت علامہ کی تکمیلِ تحصیل کی فضاء آفتابِ اسلام کی ضیا پاشیوں سے مخصوص متصور ہو۔ اس ہدیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مراحل حیات مشتملبر اصلاحِ خودی اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی کا مکمل راز کلمہ طیبہ میں مضمر ہے اور اس مضمر حقیقت کی عالمتاب روشنی قرآن کریم میں درخشاں ہے۔ اس آفتابِ رسالت کو شمسِ رسالت نے افقِ نماز میں منور فرمایا تاکہ آپ کی رسالت کا آفتاب اپنی ضیا پاشیوں سے ہمیشہ بنی نوعِ انسان پر اس طرح نور افشانی کرے جس طرح سورج تمام کائنات کو اپنے نوریں حلقہ میں لے لیتا ہے۔ چنانچہ اس ہدیہ میں جملہ معارفِ رسالت منکشف ہیں اور ہر معرف میں کلامِ اقبال مزین ہے جس سے یہ استفادہ ہو سکتا ہے کہ ہر مسلم احباب کا وہ شائبۂ احتمال جو علامہ صاحب کے ماخوذات کا استبصار ہے اسلام کی ضیا پاشیوں سے مبدل ہو۔

## تصویرِ حیات اور مکمل آزادی

اقبال کی اسلامی شخصیت کے سلسلہ میں نماز ایسی بے نظیر شہادت موجود ہے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ نماز کی کوئی ایسی نظیر دُنیا کے کسی گوشہ میں موجود نہیں ہے جس کا ماخذ نماز تعبیر کیا جا سکے۔ اس لئے تعلیمِ اسلام کا اتمام و اکمال نماز کی بے مثالی پر منحصر ہے بدیں حقیقت اسلام کا دعویٰ ہے کہ جو فلسفہ نماز کے استفادہ سے مستفیض نہیں وہ خواہ کسی گوشہ کا فلسفہ کیوں نہ ہو نامکمل ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کا ذمہ دار رسالہ ہٰذا ہے جس میں مقاصدِ حیات کے جملہ امور نماز میں روزِ روشن کی طرح منکشف ہیں جن کا استفادہ مکمل آزادی کے مرادف ہے۔

## مکمل آزادی اور اصلاحِ عام

دینِ فطرت از نبی آموختیم　　　در رہِ حق مشعلے افروختیم

عطر آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ موجودہ فضائے عالم میں بلا امتیاز یورپ و ایشیا ہر شخص لیلائے آزادی کی وصال خواہی میں قیس و فرہاد کا ہم آہنگ ہے چونکہ مکمل آزادی حاصل کرنے کے لئے قانونِ اسلام سے بہتر اور کوئی قانون نہیں ہو سکتا اور نماز قوانینِ اسلام کی شاہکار ہے۔ اس لئے اس ہدیہ میں اس شاہکار کو تین حصص میں منقسم کیا گیا ہے۔ پہلا شاہکار اصلاحِ خودی اور مکمل آزادی دوسرا شاہکار اسرارِ خودی اور مکمل آزادی تیسرا شاہکار رموزِ بیخودی اور مکمل آزادی ان کے ملاحظہ سے ان کی بدیہی حقیقت کا انکشاف خود بخود ہو گا۔ اس شاہکار کے سوا صحیح معنوں میں مکمل آزادی کا خیال یا دعویٰ ایک خبط کے سوا کسی صحیح نتیجہ کا حامل نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ سیاسی آزادی کے حصول سے وسائلِ معیشت میں فراوانی تو ہو سکتی ہے لیکن فقدانِ مذہبی کی وجہ سے ضمیر کی غلامی بدستور رہتی ہے۔ لہٰذا ضمیر کی آزادی کے لئے بھی تگ و دو لازم آتی ہے تا کہ دل و دماغ بھی دولت اطمینان سے مالا مال ہو سکیں ایسی آزادی حاصل کرنے کے لئے دینِ فطرت (جس کا خلاصہ نمازِ حضور ہے) سے بہتر کوئی

شاہکار میسر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دعویداران آزادی جب تک نماز حضور کو اپنی زندگی کا شاہکار اور شعار نہ بنائیں گے ضمیر کی غلامی سے ہرگز نجات حاصل نہ ہوگی اور ضمیر کی غلامی کے پابند لاکھوں برس دنیا میں زندہ کیوں نہ رہیں غلام ہی رہینگے

## اسلام کی تکذیب اور توہین کا استیصال

کتاب ہذا کی اہمیت کے لحاظ سے یہ لکھدینا بھی غیر انسب نہ ہوگا کہ اکثر غیر مسلم اخبار بغرض تکذیب اسلام نماز کی توہین نہایت جرأت آمیز طریقوں سے کرتے ہیں جو عظمتِ اسلام کے منافی ہے ایسے مضامین کے ازالہ میں یہ رسالہ مکمل سرمایۂ استیصال ہے۔ چنانچہ جملہ اہانت خیز مضامین میں سے بطور نمونہ ذیل میں چند سطور درج کی جاتی ہیں۔

### اقتباس از "احسان" لاہور مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء

## "پرتاپ" کی فرعونیت

مسلمان اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ "پرتاپ" نے پچھلے دنوں ان کے ایک مذہبی فریضہ پر توہین آمیز پھبتیاں اڑائی تھیں اور نماز کو اوٹھک بیٹھک وغیرہ کہکر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا تھا۔ علاوہ ازیں نماز کے خلاف اس سے بھی کریہہ اور قبیح الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ مسٹر محمد علی جناح لاہور تشریف لائے اور انہوں نے شاہی مسجد میں جاکر فریضہ نماز ادا کیا۔ "پرتاپ" کا دعوی ہے کہ اس کا نامہ نگار بھی مسجد میں موجود تھا۔ نامہ نگار نے مسجد کے واقعات پر خامہ فرسائی کی اور مسلمانوں کے اسلوب عبادت پر ایسے مکروہ الفاظ میں مضحکہ اُڑایا کہ ملک کے

طول و عرض میں "پرتاپ" کی اس کمینہ حرکت پہ آگ سی لگ گئی۔ اور اسلامیانِ ہند نے جلسے منعقد کر کے اس تعصب پسند اور مسلم آزار اخبار کے خلاف احتجاج کیا۔ اور مذمت کی قرار دادیں منظور کیں۔ ہمیں خیال تھا کہ "پرتاپ" سیاسی اختلافات سے قطع نظر کر کے اس مذہبی معاملہ میں ضرور مسلمانوں سے معذرت خواہی کرے گا۔ لیکن یہ دیکھ کر تاسف ہوتا ہے۔ کہ متعصبانہ ذہنیت کے مذموم نشہ نے اسے بے طرح چور کر رکھا ہے۔ اور اسے اس امر کا احساس تک نہیں ہوا۔ کہ وہ ایک ہمسایہ قوم کے مذہبی احساسات کو مجروح کرنے کا مرتکب ہوا ہے۔ اور اس کا نتیجہ ایسا ہی خطرناک ہو سکتا ہے جیسا اسکے سابق مدیر پنڈت نانک چند نازؔ کی ایسی ہی ذلیل حرکت کا "پرتاپ" کو یاد ہو گا کہ نازؔ صاحب کو مسلمانوں کے احتجاج کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا تھا۔ اور وہ لاہور کے چند مقتدر اخبار نویسوں کو ہمراہ لے کر "زمیندار" کے دفتر میں اسی غرض سے تشریف لائے تھے کہ "زمیندار" ان کی طرف سے ایک معافی نامہ شائع کر کے مسلمانوں کے مشتعل جذبات کی تیزی کو فرو کرے۔

آج "پرتاپ" کی یہ دوسری امن سوز حرکت مسلمانوں کو مشتعل کر رہی ہے اور ہم اس کے مدیر کو معاصرانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے نامہ نگار کی نازیبا حرکت پر اظہارِ تاسف کرے اور اپنے برادرانِ وطن سے معافی مانگ کر مذہبی رواداری اور فراخدلی کا ثبوت دے ورنہ حالات خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں نماز کے متعلق نہ محض پرتاپ کا ہی یہ خیال ہے بلکہ تمام کی تمام غیر مسلم دنیا ایسا ہی خیال کرتی ہے کہ نماز لاحاصل بیہودہ عبادت ہے۔

## مسلمانانِ ہند کی خدمت میں التماس

مسلمانانِ ہند نے بذریعہ مضمون بالا اخبار پرتاپ سے معذرت کا مطالبہ کیا

جس میں وہ ناکامیاب رہے ۔ بر طبق راقم نے ان کے مطالبہ کی تکمیل پرتاپ کی فرعونیت کے استیصال میں کردی ہے تاکہ پرتاپ اور اس کے ہمنوا ہمیشہ کے لئے توہین نماز میں پھر کبھی جرأت نہ کریں ۔ لہذا مسلمانانِ ہند کی خدمت میں التماس ہے کہ اس مضمون کے ازالہ کے لئے اس روشنی کی ضرورت ہے جس کی ضیاء سے ظلمتِ مضمون کا استیصال اس طرح ہو جس طرح سورج کے طلوع سے اندھیرے کا استیصال پس اس اہم مذہبی معرکہ کی اہمیت مدِ نظر رکھتے ہوئے نہایت دلچسپی سے اپنے مبارک دین کی ضیا پاشیوں کے ملاحظہ سے روشن ضمیر ہوں اور اس کو آغوشِ طاق میں جگہ نہ دیں کیونکہ یہ ہدیہ نہ صرف اس ناچیز کی ۲۷ سالہ محنتِ شاقہ کا ماحصل ہے بلکہ حضرت اقبال کی گراں قدر تمام عمر کا سرمایہ ہے جیساکہ آپ فرماتے ہیں ؎

سالہا گردیدہ ام در کوہ و دشت　　تامقامِ خویش بر من فاش گشت

چوں میگویم مسلمانم بلرزم　　کہ دانم مشکلاتِ لا الہ را

امید ہے کہ مذہبی دلچسپی سے بعید نہ ہوگا کیونکہ اس ہدیہ کے ہر موضوع میں میرے ہمنوا حضرت اقبال ہیں وَمَا تَوْفِيقِيٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

# پہلا شاہکار اصلاحِ خودی

اور

# مکمل آزادی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

# تمہیدِ اصلاحِ خودی

## آخر الزمان نبیؐ اور دینِ فطرت

یہ حقیقت ہے کہ بہ سلسلہ قانون بعثت تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ[1] حضور سرورِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ[2] اور مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[3] وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[4] کی شان میں خاتم النبیین مبعوث ہوا۔ اس لئے آپ کی نبوت دنیا میں امن اور محبت قائم رکھنے کے لئے آخری رسالت ہے۔ چنانچہ آپ کی اس شانِ رسالت کا سرمایہ کلمہ اور نماز ہے جس کو اس ہدیہ میں نمازِ حضور کی حقیقت میں پیشکش عوام کیا جاتا ہے۔

---

[1] سلاسل انبیا میں بعض پر بعض کو فضیلت دی گئی۔

[2] اے محمد صلعم آج ہم نے آپکے دین کو اکمل کر دیا اور آپ کو اپنی نعمت بدرجہ اتمام عطا کر دی۔

[3] اے محمد صلعم ہم نے آپ کو ہر زمانہ مستقبل کیلئے امن اور محبت قائم رکھنے کی رسالت عطا کی۔

[4] اے محمد صلعم آپ کا اخلاقِ عظیم نہایت بلند ترین ہے۔

# اصلاحِ خودی اور معارفِ کلمہ طیبّہ

(اقبالؔ)

اِیں دو حرفِ لا الہ گفتار نیست | لا الہ جز تیغ بے زنہار نیست
نقطۂ ادوارِ عالم لا الہ | انتہائے کارِ عالم لا الہ

دنیا میں امن محبت اور بہبود قائم رکھنے کے لئے کلمہ طیّبہ لا الہ الاّ اللہ سے بہتر کوئی قانونِ مذہب اور قانونِ سیاست نہیں ہے اور فلسفۂ توحید میں یہ کلمہ اپنی شان میں ایسا مسلّمہ ہے کہ سوائے ذات وحدہٗ لاشریک بذریعہ لا الہ شرک ماسوی اللہ کی بہ تمام و کمال نفی کرتا ہے اس لئے کلمہ کے ہر دو معارف مکمل آزادی پر پوری پوری روشنی ڈالتے ہیں

کلمہ میں دو جملے ہیں پہلا جملہ لا الہ اور دوسرا جملہ الاّ اللہ۔ پہلا جملہ ایسے تمام معبودوں کی نفی کرتا ہے جو الاّ اللہ کی حقیقت کے سوا ہیں جس کو عام طور پر شرک تعبیر کیا جاتا ہے جس کے کئی اقسام ہیں اور وہ دو حصص پر منقسم ہیں۔ پہلا حصّہ اصلاح امورِ تمدن سے متعلق ہے جو ہر شخص کی زندگی کو تباہ کرنے والا ہے اور دوسرا حصّہ شرک ماسوی اللہ سے متعلق ہے جو ایک قوم یا ایک ملک کے ماحول کو تباہ کرنے والا ہے چنانچہ کلمہ طیّبہ ہر دو تباہ کن امور کا تحفظ کرتا ہے۔ اس کی شرح ذیل میں کی جاتی ہے۔

## شرح

لذتِ ایماں فزاید از عمل | مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

اصلاحِ تمدّن میں دو قسم کے احکام ہیں اوامر و نواہی۔ ان میں احکامِ نواہی ایسے ہیں کہ اگر انسان ان کا خوگر ہو جائے تو بدرجہ معبود محبوب ہو جاتے ہیں مثلاً زنا، شراب وغیرہ منشی اشیاء۔ چوری ڈاکہ۔ جوا۔ جھوٹ۔ دغا۔ دیگر جملہ بیہودہ لہو و لعب جن کو

عام طور پر بازی کے نام سے پکارا جاتا ہے ان میں کوئی ایسا فعل نہیں جو کسی طرح بھی مفید ہو بلکہ اس قسم کے تمام افعال ایسے ہیں کہ ان سے لازمی طور پر جان مال اور عزت کو نقصان پہنچتا ہے تاہم ان کا چھوڑنا ایسا مشکل ہوتا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر مشکل کوئی نہیں حتیٰ کہ ان عیوب کو جان سے ایسا عزیز سمجھا جاتا ہے کہ مرتے دم تک ان کا چھوڑنا پسند نہیں کیا جاتا۔ اس لئے قرآن حکیم نے ان افعال کو بدرجہ معبود تعبیر کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ ط ترجمہ اے محمد صلعم کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ نیز ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ ط ترجمہ۔ لوگ اپنی خواہشات کی تابعداری کرتے ہیں۔ میرے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ بہ تطبیق حضور رسولِ اکرم صلعم ارشاد فرماتے ہیں اَلْهَوَاءُ اَوَّلُ اِلٰهٍ عُبِدَ فِی الْاَرْضِ ط ترجمہ۔ بندہ کا پہلا معبود زمین میں خواہشات ذمیمہ ہیں ؎

چوں ہوائے او الٰہ او بود ہے سخت کوتاہ بین نگاہ او بود

پس ان نصوص سے اچھی طرح ثابت ہے کہ اگر انسان افعال ذمیمہ کا خوگر ہو جائے تو ہر قسم کے نقصانات کو برداشت کرنا پسند کرتا ہے اور اپنی زندگی کو ان افعال میں تباہ کر دینا مقصدِ زندگی خیال کرتا ہے اور ان افعال کی وجہ سے خدا سے غافل رہتا ہے چونکہ یہ افعال بمنزلہ خود خدا سے غافل رکھنے کا سبب ہیں۔ اس لئے خدا کی عبادت کے مقابل ایسے افعال بمنزلہ معبود بن جاتے ہیں جیسا کہ اسی حقیقت میں ارشاد ہے مَنْ شَغَلَكَ فَهُوَ صَنَمُكَ یعنی انسان کا جو شغل ہوتا ہے وہ اس کے لئے بدرجہ معبود پیارا ہوتا ہے مثلاً شراب خور شراب سے زناکار زنا سے چور چوری سے اور جوآباز جوا سے ایسی دلچسپی رکھتا ہے کہ ان کا چھوڑنا ان کے نزدیک زندہ در گور سے کم نہیں خیال کیا جاتا۔ اس کی صداقت میں یہ کہہ دینا غیر انسب نہ ہوگا کہ جو مسلمان ان

افعال میں مبتلا ہوں ان کے نزدیک خدا کے احکام نواہی کی اتنی وقعت نہیں ہوتی جتنی کافر کے نزدیک اسلام کی۔ اس لئے جب تک ان مشرکانہ افعال کو ترک نہ کیا جائے خدا اور اس کے اسلام سے اُتنی ہی دُوری ہے جتنی مشرک کو اسلام سے۔ پس ایسے افعال جو اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ کی تعریف میں آسکتے ہیں لَا الٰہ انکی نفی کا حکم رکھتا ہے جس طرح معبود ماسوی اللہ کے لئے رکھتا ہے۔

(اقبالؔ)

حکمتش خام است و کارش ناتمام — کو نداند از حلال و از حرام

تا قیامت پختہ گردد ایں نظام — گر جہاں داند حرامش را حرام

نے راہ عمل پیدا نے شاخِ یقیں نمناک — اے رہروِ فرزانہ بے جذبِ مسلمانی

اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بمنشاء لاالٰہ شراب۔ زنا۔ جوا۔ چوری۔ جھوٹ۔ دغا فریب۔ بیہودہ لہو و لعب وغیرہ سے ایسا ہی پرہیز کرے جس طرح بُت پرستی سے تمام عمر پرہیز کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے ان افعال کو معبود کی تعریف میں تعبیر کیا ہے اور لاالٰہ ایسے معبودوں کی نفی کا حکم رکھتا ہے۔

## شوائبِ غلامی

۱۔ ہر شخص اپنی خواہشات ذمیمہ کا غلام ہے مثلاً شرابی شراب کا غلام اور زانی زنا کا اور چور چوری کا اور جوئے باز جوئے کا جھوٹا جھوٹ کا حاسد حسد کا متعصّب تعصّب کا شاطر شطرنج کا کبوتر باز کبوتر کا بٹیر باز بٹیر کا علیٰ ہذا جملہ افعال بشرح صدر ان کا ترک سرمایۂ آزادی ہے۔

۲۔ دُنیا کی آئے دن سیاسی معرکہ آرائیاں اپنی خواہشات کے عروجِ کمال کو حاصل کرنے کے لئے محشر نما کرشموں میں غارتگرِ انسان ہیں۔ چنانچہ ان خواہشات

کی غلامی میں لاکھوں عزیز جانیں اور کروڑ ہا روپیہ نذر کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ تب ان دیوتاؤں کی بھینٹ پوری ہوتی ہے۔ اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

نیز فرماتے ہیں۔

یاد ایامے کہ بودم در خمستانِ فرنگ
جامِ او روشن تراز آئینۂ اسکندر است

چشمِ مستِ مے فروشش بادہ را پروردگار
بادہ خواراں را نگاہ ساقی اش پیغمبر است

جلوۂ او بے کلیم و شعلۂ او بے خلیل
عقل ناپروا متاعِ عشق را غارتگر است

در ہوائش گرمیٔ یک آہ بے تابانہ نیست
رند ایں میخانہ را یک لغزش مستانہ نیست

گراں قیمت گنا ہے باپشیزے
کہ ایں سوداگراں ارزاں فروشند

۳۔ اَرَاَیْتَ مَنِ تَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ کے غلاموں کے حق میں اس آیہ کے ساتھ ہی ارشاد ہے اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا۔ یعنی یہ لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ اس لئے اے محمد صلعم یہ نہ آپ کی بات سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں

## تہذیبِ فطرت کے خلاف شائبہ عادت

بیان کردہ غوامض کے علاوہ جس قدر افعال ذمیمہ زنا شراب چوری جوا اغلام وغیرہ ہیں سب فطرتِ انسان کے سراسر خلاف اور وجود انسان کو نقصان دہ ہیں اس لئے ان کا عمل حرام قرار دیا گیا ہے حتّٰی کہ حفظِ ماتقدّم کے تحت منکوحہ بیوی سے بھی لذتِ جماع کے لحاظ سے بکثرتِ مباشرت نہیں کرنی چاہیے بلکہ منشائے فطرت کے تحت محض اولاد کی خاطر اُن ایام میں مجامعت کی ضرورت ہے جب عورت ماہواری ایام سے فارغ ہوئی ہو۔ اور جب یہ معلوم ہو کہ وہ بار آور ہو چکی ہے پھر اسکی نزدیکی کے کم از کم اس مدت تک

بند رکھنی چاہیے جب تک بچہ شیر خوار ہو ورنہ بچہ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ یہ فطرت کے منطبق ہے۔ اس کے خلاف بہ کثرتِ جماع ایک بدعادت سے مخصوص ہے جیسا کہ دیگر عاداتِ بد شراب خوری چوری جوآ اغلام وغیرہ وغیرہ جن سے سوائے نقصان فائدہ کا خیال کرنا ہی گناہ میں داخل ہے۔

پس اس اختصار کے بعد ناظرین کی توجہ بہ سلسلہ اصلاحِ خودی فلسفۂ مشرق و مغرب مشتملہ شرک ماسوی اللہ کی طرف منعطف کرائی جاتی ہے جن کی تنگ فضاؤں میں اصلاحِ خودی نخچیرِ تعصب ہو چکی ہیں۔ اور تعصب وہ اژدر ہے کہ قومیں اس کی غذا ہیں اس کی بھوک کا جہنم ہر وقت صدائے ھَلْ مِنْ مَّزِیْد میں چلاتا ہے چنانچہ اس اژدر کی دہن شگافی کے لئے نماز کی تلوار کے سوا اور کوئی حربہ نہیں ہے جس کی آبداری کا ذکر اس رسالہ میں تیغ فساں کی حقیقت ہے۔

## فلسفۂ مشرق و مغرب کے نصب العین میں شوائبِ شرک ماسوی اللہ اور معارفِ کلمہ طیبہ

واضح ہو کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی واحد ہستی کے سوا منجملہ کائنات کسی جزوِ کائنات یا مخلوقِ ارض و سماوات کو کسی نوعیت سے ذاتِ مطلق یا معبود قرار دینا شرک ماسوی اللہ کی حقیقت ہے جیسا کہ ارشاد ہے لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ترجمہ خدا کے ساتھ کسی شے کو شریک مت کرو ایسے شرک کے تین قسم ہیں شرک جلی شرک خفی شرک اخفا جن میں سے چند مشہور شرک ماسوی اللہ لکھے جاتے ہیں

| نمبر شمار | نصب العین شرک ماسوی اللہ | شرحِ نصب العین |
|---|---|---|
| ۱ | مادہ پرستی | چھ اجزاء کی زبدیت کا نام مادہ ہے یعنی حرارت حرکت۔ آواز۔ مقدار۔ روشنی اور انفعال |

| | | |
|---|---|---|
| ۲ | حرکت پرستی | باطوارِ مختلف اجزائے منجملہ مادہ حرکت کو محورِ حیات تعبیر کیا گیا |
| ۳ | حرارت پرستی | " " " " حرارت " " " |
| ۴ | زمان پرستی | " " " " زمان " " " |
| ۵ | مکان پرستی | " " " " مکان " " " |
| ۶ | خلا پرستی | " " " " خلا " " " |
| ۷ | ملا پرستی | " " " " ملا " " " |
| ۸ | ظلمت پرستی | " " " " ظلمت " " " |
| ۹ | نور پرستی | " " " " نور یعنی روشنی " " " |

## تنقید

فلسفہ کی حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے رازِ حیات میں جس نے تجسس و تفکر کیا اس نے اس تجسس میں بزعمِ خود جس جز و یا عنصر کو غالب حقیقت میں پایا اُس عنصر کو رازِ حیات کا محور یا کائنات کا مرکزی عنصر تعبیر کیا جیسا کہ مندرجہ بالا نصب العین سے ظاہر ہے کہ کسی نے بزعمِ خود مادہ کو رازِ حیات تعبیر کیا اور کسی نے حرکت کو اور کسی نے حرارت کو رازِ حیات سے منسوب کیا اور کسی نے زمان کو اور کسی نے مکان کو علیٰ ہذا باقی سب جن کے متعلق حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب الٹ پھیر فضائے اربعہ عناصر کا ہی ماحول ہیں جن کو چند مختلف اطوار سے متصف کر کے مختلف فلسفہ کی تشکیل میں دکھایا گیا ہے۔ اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

فلسفی ایں راز کم فہمیدہ اند فکرِ او بر آب و گل پیچیدہ اند

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری نہ ہے زمان و مکاں لا الہ الاّ اللہ (اقبالؔ)

ان فلاسفروں کے نزدیک ان مرکزی عنصر کے سوا اور کوئی ہستی حیاتِ کائنات میں ثابت نہیں ہے اس لئے یہ خدا کی ہستی کے منکر ہیں۔ اسلام نے منکرانِ خدا کو کافر اور دہریہ تعبیر کیا ہے۔ برطبق توجہ دلائی جاتی ہے کہ تصوفِ اسلام میں رازِ حیات کی تحقیقات میں چھ مراتب منضبط کئے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں عالمِ اجسام۔ عالمِ مثال۔ عالمِ امر۔ واحدیت۔ وحدت۔ احدیت۔ پہلے تین خلقی مراتب سے تعبیر کئے جاتے ہیں اور دوسرے تین حقی مراتب سے۔ جن کا مفصل ذکر دوسرے شاہکار میں آئے گا۔ یہاں صرف اتنا بتانا منظور ہے کہ اسلام نے اول الذکر مراتب میں مغربی فلسفہ کے جس قدر مرکزی اصول مادہ۔ زمان مکان۔ حرارت۔ حرکت وغیرہ ہیں ان تمام کا اپنی فطرت میں مشاہدہ کیا اور حسب حیث ان کا انضباط خلقی مراتب میں کر دیا۔ اور اسی سلسلہ رازِ حیات میں وہ منتہی مدارج بھی حاصل کیے جو حقی مراتب سے منسوب ہیں ایسی حالت میں ان کی بلند نظری کیونکہ مغرب کے نامکمل فلسفے کی شکار ہو سکتی ہے جن کا ان مراتب میں عشرِ عشیر بھی نہیں ہے چنانچہ مذکورہ مراتب کو قرآنِ حمید اور کلامِ اقبال کی منطق میں بیان کیا جائے گا۔ اور ان مراتب کی تکمیل تیسرے شاہکار میں ہو گی۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس کو اسلام نے مشرک تعبیر کیا ہے ان کے نزدیک خدا کی ہستی کے ساتھ کائنات کے عناصر قدیم تسلیم کئے جاتے ہیں جن کے نصب العین ذیل میں درج ہیں۔

۱۱۔ قدامت مادہ روح خدا۔

۱۲۔ یزدان اور اہرمن۔

اسی سلسلہ میں چند گروہ ایسے ہیں جو منجملہ مخلوق چند ہستیوں کو خدا کی ذریّت تعبیر کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۳۔ بیٹا باپ۔ روح القدس۔

۱۴۔ عزیر خدا کے بیٹے اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔

اسی سلسلہ میں چند گروہ ایسے ہیں جو خدا کی ہستی کو بعض انسانوں میں بحیثیت رجعت تسلیم کرتے ہیں۔

۱۵۔ رجعت کی حقیقت میں جملہ اقسام بُت پرستی۔ شوجی۔ رامچندر جی۔ کرشن جی وغیرہ وغیرہ کی جاتی ہے۔

اسی سلسلہ میں مختلف مخلوق پرستی حسب ذیل کی جاتی ہے۔

۱۶۔ ستارہ پرستی اشجار و حیوان پرستی وغیرہ۔

علامہ صاحب مشرق و مغرب کی اس فلسفیانہ فضا کے متعلق فرماتے ہیں ؎

مشرق خراب و مغرب از آں بیشتر خراب  عالم تمام مُردہ و بے ذوق جستجو است

# خلاصہ مبحث

۱۔ مندرجہ بالا اقسامِ شرک ماسوی اللہ سے صاف عیاں ہے کہ ہر ایک نظریہ منجملہ کائنات تناسب جزویات اور تشکیلِ مخلوقات میں موجود ہے یعنی ہر نصب العین کائنات کا جزوی حصہ ہے چنانچہ یہ تمام نظرئے کائنات کی تفصیل میں شمار ہوتے ہیں یا مخلوق میں اس لئے ان میں سے کسی جزو یا مخلوق کو فضائے کائنات کی عالمگیر ذات مطلق یا معبودیت کا استحقاق کس طرح اور کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ جزکل پر محیط اور مخلوق خالق پر بسیط نہیں ہوسکتا بلکہ ذاتِ مطلق وہ مقتدر ہستی ہے جو جزوئیت اور مخلوقیت سے برتر عالمگیر صفات سے متصف ہو۔

۲۔ یاد رہے کہ ہر اہلِ فلسفہ نے جو اوصاف حیاتِ کائنات کے سلسلہ میں بیان کئے ہیں اُن اوصاف کو اپنے اپنے نصب العین سے منسوب کیا ہے چنانچہ ہم اُن احباب کی

مذکورہ نصب العین کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو ویدانت اور فلسفہ مغرب اور تصوف اسلام کو واحد حقیقت میں بیان کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ نصب العین کے خلاف توحید اسلام اسماء الحسنٰے اور اوصاف کمال کی عالمگیر آئینہ داری میں بیان کی گئی ہے جس کی ضیاء پاشیوں کا منظر اس رسالہ کے دوسرے اور تیسرے شاہکار میں دکھایا جائے گا۔ جن کا تعلق عالمگیر ذات مطلق کے سوا کسی جزیا مخلوق سے منسوب نہیں ہے چونکہ اسی سلسلہ میں قرآن عظیم شرک ماسوی اللہ کی مذمت کرتا ہے اس لئے چند آیات مشتمل بر مذمت شرک لکھی جاتی ہیں۔

## نصوص قرآن مشتمل بر مذمت شرک جملہ اقسام

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ط

ترجمہ۔ تحقیق نہیں بخشے گا اللہ جو اس کے ساتھ شرک کرے اور اس کے سوا جس کسی کو چاہے گا بخشے گا۔ اور جو شریک کرتا ہے اللہ کے ساتھ پس وہ نہایت ہی گمراہ ہے

۲۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ط

ترجمہ۔ اور عبادت کرو خدا کی اور نہ شریک کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو۔

۳۔ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا ط وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط

ترجمہ۔ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک کریں ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ پکڑیں بعض کو خدا سوائے خدا کے۔

۴۔ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ط

ترجمہ۔ اللہ کے ساتھ شریک مت کرو تحقیق شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

۵۔ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ ط

ترجمہ۔ تحقیق جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اس پر خدا نے جنت حرام کر دی اور اس کے لئے ہمیشہ دوزخ ہے۔

۶۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ط

ترجمہ۔ سوائے اس کے نہیں کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔

۷۔ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ط

ترجمہ۔ تحقیق اللہ مشرکوں سے بیزار ہے۔

۸۔ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ ط وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ط

ترجمہ۔ نبی اور مومن کو چاہئے کہ وہ مشرکوں کے حق میں دعائے مغفرت نہ کریں اگرچہ مشرک ان کے قرابتداروں میں سے کیوں نہ ہوں اس لئے کہ ان کے متعلق ناطق فیصلہ ہے کہ ان کے لئے جہنم ہے۔

آیات محولہ سے جملہ اقسام شرک کی مذمت عیاں ہے چنانچہ شرک جو جزو کائنات یا مخلوق کے شوائب سے تعبیر ہیں قرآن کریم ان کی غیر مقتدر اور غیر مطلق حقیقت میں ارشاد فرماتا ہے لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہم منہم من ظہیر ط ترجمہ۔ خدا کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی ایک ذرہ کے برابر مالک نہیں اس لئے کہ جس قدر خدا کے سوا غیر معبود ہیں وہ اسکے کاموں میں مثلاً خالقیت ربوبیت وغیرہ میں نہ شامل ہیں اور نہ کسی کام میں کسی طرح مددگار۔

## شوائبِ غلامی

مذکورہ شرک میں ہر شخص اپنے قیاسی نصب العین کا غلام ہے مثلاً خلا۔ ملا۔ مادہ۔

تثنیت ۔ تثلیث ۔ نور ظلمت وغیرہ جب تک ان قیاسی نظریہ کی نفی اور حقیقی فاطرِ فطرت کے اثبات کا مشاہدہ نہ ہو ضمیر تعصب کی غلامی سے نجات نہیں حاصل کر سکتا اور نہ تعصب کے مصائب سے امن نصیب آزادی ہو سکتی ہے ۔ اس غلامی کے متعلق علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

از غلامی بزمِ ملت فرد فرد — این و آں با این و آں اندر نبرد
در فتد ہر فرد با فردِ دگر — ہر زماں ہر فرد را دردے دگر
از غلامی مرد حق زنار بند — از غلامی گوہرش نا ارجمند

برطبق آپ فرماتے ہیں ؎

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے — جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے — شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول
گفت رومی اے گرفتارِ قیاس — در گذر از اعتباراتِ حواس

## از مشاہیرِ اسلام

یکے را علم ظاہر بود حاصل — نشانے داد از خشکی بساحل
یکے در جزو کل گفتہ سخن باز — یکے کرد از قدیم و محدث آغاز
یکے از زلف خال و خط بیان کرد — شراب و شمع و شاہد را عیاں کرد
یکے از ہستیٔ خود گفت و پندار — یکے مستغرقِ بت گشت و زنار
سخنہا چوں بفوقِ منزلِ افتاد — در افہامِ خلائق مشکل افتاد
کسے را کاندریں معنی است حیراں — ضرورت می شود دانستنِ آں

نصوص قرآں وغیرہ سے بخوبی عیاں ہے کہ توحیدِ اسلام فلسفۂ مغرب اور مشرق کے مشرکانہ نظریوں کی منطق سے مبرہ اور منزہ ہے ۔

# توحیدِ فطرت

قرآن حمید مشرق و مغرب کے مذکورہ مشرکانہ اور ملحدانہ نصب العین کے خلاف توحید فطرت کی تعریف فرماتا ہے سنریھم ایتنا فی الافاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق ط ترجمہ ہم تمام کائنات ارضی وسماوی اور تمہارے ذاتوں میں فطرت کی نشانیاں دکھائیں گے جب تم دیکھ لوگے تو کہوگے بالکل سچ ہے اور پھر ہم تم سے پوچھینگے اولم یکف بربک انہ علی کل شیءٍ شھید ط ترجمہ۔ کیا تمہارا رب تمہاری پرستش کیلئے کافی نہیں ہے جو بلحاظِ فطرت سب چیزوں پر مشاہدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ صاحب فرماتے ہیں

ہر چیز ہے محوِ خود نمائی ہر ذرہ شہیدِ کبریائی

بہ تطبیق آیہ شریفہ ہم فطرت کی چند عالمگیر نشانیاں معروف بہ صفاتِ الٰہی موسوم بہ اسمارالحسنےٰ کا مشاہدہ کراتے ہیں مثلاً منجملہ صفات صفتِ خالق وہ عالمگیر مشاہدہ ہے کہ ہر ذرہ اپنی تخلیق میں اس صفت کے مشاہدہ میں مخلوق ہے علیٰ ہذا صفتِ رب وہ عالمگیر صفت ہے کہ ہر مخلوق اس صفت کی حقیقت میں مربوب ہے اسی طرح صفتِ مصوّر وہ عالمگیر صفت ہے کہ ہر شے اپنی تصویر میں مصوّر کی شہادت ہے ایسی ہی صفتِ محیی وہ عالمگیر صفت ہے کہ ہر ذرہ اپنی حیات میں اپنے محیی کا آئینہ ہے اور صفتِ ممیت وہ عالمگیر صفت ہے کہ انتقال و انقلابِ اشیار کی محور ہے وغیرہ جملہ اوصافِ کمال موسوم بہ اسمارالحسنےٰ کی حقیقت عالمگیر حقیقت ہے جن سے جملہ اجزائے کائنات اور ہر قسم کی مخلوق جو شوائبِ شرک میں ہے مستفیض ہے گویا فضلئے کائنات جملہ اوصافِ کمال سے معمور ہے چنانچہ اس حقیقت میں ارشاد ہے وللہ الاسماءُ الحسنیٰ فادعوہُ بھا یعنی توحیدِ فطرت کی ذات مطلق موسوم اللہ صفات اسمارالحسنےٰ سے موصوف ہے اس لئے ذاتِ مطلق کی معرفت ان صفات و اسمار ہی سے ہو سکتی ہے۔ اسی حقیقت میں علامہ

صاحب فرماتے ہیں ؎

چشمِ او روشن شود از کائنات  تا بہ بیند ذات را اندر صفات

محو مطلق دریں دیرِ مکافات  کہ مطلق نیست جز نور السمٰوات

چونکہ توحیدِ فطرت کا مفصل ذکر دوسرے شاہکار میں بعنوان مراتب سبع مثانی کیا جائیگا اس لئے یہاں اس اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے کم از کم شرک اور توحید مطلق کا توازن منظور ہے۔ چونکہ یہ شاہکار اصلاحِ خودی سے متعلق ہے اس لئے ناظرین کی توجہ اُن مضامین کی طرف منعطف کرائی جاتی ہے ۔

## معارفِ نماز پر تبصرہ

سرکارِ رسالت مآب فرماتے ہیں العلم بدون العمل زوال والعمل بدون العلم ضلال پس یہ حقیقت ہے کہ انسان کی صحیح زندگی بسر کرنے کے لئے تین رفیق ہیں۔ پہلا رفیق علم دوسرا رفیق علم پر عمل تیسرا رفیق عمل کا صلہ۔ اس لئے انسان کے لئے لاعلمی ایک ایسا دشمن ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہو سکتا اور اسی طرح علم کے ساتھ اگر عمل نہیں تو وہ علم بھی ویسا ہی رفیق ہے جس طرح بے فیض دوست جس کا ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے اور علم باعمل ایسے دوست کی مانند ہے جو دوست رنج و راحت میں کام آئے اور عمل کا صلہ وہ ہے جو اس سے استفادہ ہو۔ اسی حقیقت میں حضور صلعم نے فرمایا ہے الشریعت اقوالی والطریقت افعالی والحقیقت احوالی پس اس حقیقت کے لحاظ سے جو کچھ کلمہ طیبہ کی تعریف میں اوپر مختصراً لکھا گیا ہے وہ علمی حیثیت کا معیار ہے جس سے کلمات اور ملفوظات کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اور صحیح معنوں میں سمجھنے کا مقصد یہ ہے ۔ کہ اس پر عمل کیا جائے۔ تعلیم کلمہ کو باعمل بنانے کے لئے نماز کا لباس پہنایا گیا ہے۔ تاکہ اس تعمیل سے تعلیم کلمہ کے مفاد کا صلہ حاصل ہو جیسا کہ نماز کی عملی حقیقت میں یہ تطبیق

لا الہ الا اللہ ارشاد ہے واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ہر دو علمی ضمن کا عملی سرمایہ ہے یعنی پہلا ضمن بہ تطبیق لا الہ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ہے جو شرک افعالیہ کی تعمیل نفی پر روشنی ڈالتا ہے چنانچہ اس آیہ سے صاف ظاہر ہے کہ نماز قائم کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ کبیرہ اور صغیرہ جملہ اقسام کے ترک کرنے پر قائم ہو جاؤ۔ اس عمل کا صلہ یہ ہے کہ ان افعال ذمیمہ سے جو نقصانات انسان کو پہنچ سکتے ہیں ان سے محفوظ ہو۔ اور ہر طرح امن کی زندگی بسر کرے۔ یہ حضور کی طریقت کا راستہ ہے۔ دوسرا ضمن نماز کی حقیقت میں وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ ہے یعنی نماز تمام عبادتوں سے بڑی عبادت ہے۔ اس لئے کہ اس کے قیام رکوع۔ سجود۔ قعدہ میں اللہ اکبر کا ذکر یسبح للہ ما فی السموات والارض کی تعریف میں ہوتا ہے چنانچہ تیسرے شاہکار میں اسی ذکر پر بوضاحت روشنی ڈالی جائے گی جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ نماز ولذکر اللہ اکبر کی حقیقت میں اللہ اکبر کی روشنی کا وہ آفتاب عالمتاب ہے جس کے مقابل وہ تمام معبود جو شرک ماسوی اللہ کی تعریف میں بیان ہو چکے ہیں بدرجہ معبودیت نفی ہونگے اور بدرجہ عبودیت یسبح اللہ ما فی السموات والارض اللہ اکبر کی تسبیح میں مشاہدہ ہوں گے اس لئے اس کا صلہ یہ ہے۔ کہ مختلف معبود پرستی جس کی حقیقت محض خیالی اختراع ہے اور جس کا نتیجہ بنی نوع انسان میں تعصب حسد پیدا کرنے کی علت العلل ہے ان معبودوں کی نماز میں مکمل نفی ہو اور تمام کائنات کا اپنے حقیقی خالق رب العزت وحدہٗ لاشریک کی تسبیح میں مشاہدہ قائم ہو۔ اس لئے نماز اس ذکر کے مشاہدات کا سرمایہ ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ انسان جب اس ذکر کے مشاہدات سے بہرہ حاصل کرے گا۔ تو اس کا دماغ شرک ماسوی اللہ سے خود بخود پاک ہو جائے گا اور اپنے حقیقی معبود وحدہٗ لاشریک کی عبادت میں بہ تطبیق یسبح للہ ما فی السموات والارض معمور ہو کر فضا ر توحید اللہ اکبر میں نورٌ علیٰ نور ہوگا اور تعصب و حسد کی مشتعل دماغ سوز سوزش سے نجات پا کر نجات دارین

حاصل کرے گا۔ یہ حضور صلعم کی حقیقت احوالی کا مژدہ ہے۔ اس حقیقت کا مفصل ذکر دوسرے اور تیسرے شاہکار میں کیا جائے گا۔ مناسبت کے لحاظ سے یہاں ولذکر اللہ اکبر کی تفسیر ضروری ہے تاکہ آنے والے مضامین میں اس تفسیر کی روشنی نمایاں ہو۔

## تفسیر

مفسرین نے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کی تفسیر ذومعنی کی ہے ایک یہ کہ انسان کو اس ذکر سے منسوب کیا ہے جیساکہ اوپر ذکر ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ کو انسان کے ذکر سے منسوب کیا ہے جیساکہ قرآن کریم میں اس آیہ کے حاشیہ میں یہ عبارت تحریر ہے (اللہ تعالےٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بندوں کے یاد کرنے سے بہت بڑا عظمت والا ہے) چنانچہ یہ معنی اس طرح حق بجانب ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تمام کائنات انسان کی تکمیل کے لئے اس لئے بنائی ہے کہ انسان زبدۂ کائنات ہو اور اپنی تقویم میں معرفت الٰہی کا آئینہ ہو۔ بر طبق نماز اللہ تعالےٰ کی یاد کا ذکر قیام رکوع سجود قعدہ کی حقیقت میں مرتسم ہے اور ان میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں وہ بندہ کی طرف سے بحیثیت عبودیت اللہ تعالےٰ کی یاد کا مفصل ذکر ہے۔ چنانچہ ان ہر دو اذکار کا مفصل ذکر سیر وجود اور سیر الی اللہ کے مضامین میں آئے گا۔ اسلئے یہاں پر صرف اس قدر لکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی یاد نے انسان کی تقویم میں اپنے علم کے ذریعہ تمام کائنات پر تصرف کیا ہوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کی بہت بڑی یاد میں مصروف ہے۔ بدیں حقیقت انسان کا فرض ہے کہ اپنے ایسے محسن اور محبِ خالقِ اکبر کی یاد کے لئے ہر وقت هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ تیار ہے اور اس کی یاد اسی خلوص سے کرے جس طرح اللہ تعالےٰ نہایت محبت سے اس کی تقویم میں بے غرض اس کو یاد کرنے میں مصروف ہے پس اسی حقیقت میں نماز کو تمام دنیا کی عبادتوں پر فضیلت ہے۔ کہ قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ ہر مقام میں اللہ تعالےٰ کا بندہ کو یاد کرنا بنایا گیا ہے جیساکہ حضرت

اقبالؔ اس حقیقت میں لکھتے ہیں ؎

آنکہ ناز د بر وجودش کائنات ذکرِ او فرمود باطیب و صلوٰۃ

چہ پرسی از نمازِ عاشقانہ رکوعش چو سجودش محرمانہ

رازہائے آں قیام و آں سجود جز بہ بزمِ محرماں نتواں کشود

اور تسبیحات میں بندہ کا اللہ کو یاد کرنا تعلیم کیا گیا ہے جیساکہ اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں

تب و تابِ یکے اللہ اکبر نگنجد در نمازِ پنجگانہ

لا الہ اندر نمازش بود و نیست ناز ہا اندر نیازش بود و نیست

دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست مسلماں لا یموت از رکعتِ اوست

پس نماز ولذکر اللہ اکبر کی حقیقت سے مذکورہ ہر دو اذکار کی زبدہ ہے۔ اس لئے یہ تمام عبادتوں سے افضل اور فرض اولین ہے۔ المختصر اس خلاصۂ اذکار کا مفصل ذکر اس ہدیہ میں بتفصیل مضامین کیا جائے گا اور ہر مضمون کا عملی نقشہ دکھایا جائے گا۔ چنانچہ نماز کا پہلا شاہکار مشتملبر اصلاحِ خودی شروع کیا جاتا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں شاہکار اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی علی الترتیب بیان ہونگے۔

## توجّہ

شاہکار شروع کرنے سے پہلے توجہ دلائی جاتی ہے کہ لا صلوٰۃ الا باالطہارۃ کے تحت یہ حقیقت ہے کہ جس طرح نماز کے لئے جگہ، جامہ اور جسم پاک ہونا ضروری ہے اسی طرح دل نجاست افعالِ ذمیمہ اور شرک ماسوی اللہ سے پاک ہونا لازمی ہے چنانچہ پہلا شاہکار مشتملبر اصلاحِ خودی اور تیسرا شاہکار مشتملبر رموزِ بیخودی اس باب میں مفصل ہیں۔ یعنی ہر دو شاہکار تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب کی حقیقت ہیں اسلئے ہر دو شاہکار کے جملہ مضامین میں تزکیہ کا خیال رکھا جائے۔

# شاہکار اصلاحِ خودی

## مشتملبر معارف

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی مرکزی تعلیم نماز مشتملبر اصلاحِ خودی۔ اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی بلا امتیاز یورپ و ایشیا اور بلالحاظِ اوقات ہر انسان کیلئے یکساں مقاصدِ حیات کا سرمایہ ہے بقول

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند     کہ در آفرینش زِ یک جوہر اند
چوں عضوِ بدرد آورد روزگار     دگر عضوہا را نماند قرار

چنانچہ ہم اس مرکزی تعلیم کا اصول تہذیبِ اخوت کے ضمن سے شروع کرتے ہیں۔ اسی سلسل میں جملہ مضامین متصوّر ہوں۔

## نماز میں تہذیبِ اخوّت

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہُدیٰ کا     کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا     خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں     کہ کام آئے دُنیا میں انساں کے انساں
سکھائی انہیں نوعِ انساں پہ شفقت     کہا ہے یہ اسلامیوں کی ہے عادت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت     شب و روز پہنچاتے ہیں اس کو راحت

وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں — وہی ہر بشر کے لئے چاہتے ہیں
خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر — نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر — پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر — خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

ا۔ نماز کی تکمیل کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اہلِ اسلام مسجدوں میں اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھیں۔ جیساکہ دربارِ رسالت سے اجتماعِ نماز کے متعلق ارشاد ہے صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ اَحَدِکُمْ وَحْدَہٗ بِخَمْسَۃٍ وَعِشْرِیْنَ جُزْءً ترجمہ۔ نماز مع الجماعت پڑھنا اکیلے پڑھنے سے بہتر ہے اور پچیس نماز کا ثواب ملتا ہے۔

۲۔ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ تَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ سَبْعًا وَعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔ ترجمہ۔ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے بیس درجہ فوقیت رکھتی ہے

چنانچہ مسجدوں میں باجماعت نماز پڑھنے میں مصلحت یہ ہے کہ نمازی سب سے پہلے یہ خیال کیا کریں کہ ہم سب ایک خدا وحدہٗ لاشریک کی پرستش کرنے والے ہیں۔ اور ہماری معبود پرستی میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ اس لئے ہم میں کوئی کدورت اور تعصب نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم سب بھائی ہیں۔ ہم سب باہم انتہائی دوست ہیں۔ ہم کو ایک دوسرے کے حالات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہیئے اور ایک دوسرے کی ہر قسم کی ضرورت اور مصیبت میں کام آنا چاہیئے۔ چنانچہ اسی حقیقت میں زکوٰۃ اور روزہ کے ارکان نماز کی تکمیل کے حصص ہیں

انسانی دُنیا میں غربا کی تعداد زیادہ رہتی ہے اور غربت امداد کی محتاج ہوتی ہے۔ اسلئے اخوت کی تکمیل کے لئے زکوٰۃ کا رکن فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ اس رکن سے نماز کے اغراضِ اخوت کی تکمیل ہر وقت ہر جگہ آسانی سے ہو سکے۔ یعنی صاحب زکوٰۃ "زکوٰۃ" کے فنڈ سے غریب بھائیوں کی بلا تکلف مدد کر سکیں (چنانچہ قرض حسنہ بھی مصلحت اخوت کو مستحکم رکھنے کا معیار ہے) نیز اسی مصلحت پر روزہ جزوِ نماز ہے جس کے فوائد

نماز کی تکمیل میں شامل ہیں۔ جیساکہ روزہ کے تمام فائدوں میں سے ایک سبق یہ ہے کہ فاقہ کشی کی تکلیف کا اندازہ غربا کی امداد کے لئے بہترین یادگار ہوا کرے۔ اس لئے روزہ اور زکوٰۃ کے فوائد نماز کے اخوی فلسفہ میں شامل ہیں۔ چنانچہ مسجدوں میں اکٹھے ہو کر ایک جگہ نماز پڑھنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ مذکورہ ذرائع سے مسلمان افلاس اور غربت اور فاقہ کشی کے شکار نہ ہوں۔ چنانچہ روزہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کا پریکٹیکل معیار ہے اسلئے ذیل میں حقیقتِ روزہ پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## معارفِ روزہ۔

روزہ محض فاقہ کشی کا ہی نام نہیں جیساکہ عوام اتنا ہی خیال کرتے ہیں بلکہ روزہ مقصد تعلیم کلمہ طیبہ کے مطابق اصلاح تمدّن کے لئے عملاً سبق ہے یعنی روزہ بہ تطبیق لَا اِلٰہَ افعالِ ذمیمہ کے ترک کا عمل ہے۔ چنانچہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ زبان کو جھوٹ۔ چغلی۔ بخیلی۔ بیہودہ بکواس وغیرہ سے بند کیا جائے۔ اور آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ اس کو ہر قسم کی بدنظری یعنی کسی غیر عورت کو نظرِ بد کے دیکھنے اور کسی کے مال کو چرانے کی نظر سے اور کسی کی جان کو نقصان پہنچانے کی نیّت سے نہ دیکھا جائے۔ اور کانوں کا روزہ یہ ہے کہ کسی کی بُرائی چغلی وغیرہ یا لغو باتیں نہ سُنی جائیں۔ ہاتھوں سے کوئی بُرا کام نہ کیا جائے جس سے کسی کی عزت مال اور جان کو نقصان پہنچے یہ ہاتھ کا روزہ ہے۔ پاؤں کا روزہ یہ ہے کہ کسی بُرے کام کے لئے کہیں نہ جائیں۔ اور دِل کا روزہ یہ ہے کہ دل کو ہر وقت بدکاموں سے روکا جائے اور نیک خیالوں سے معمور رکھا جائے۔ چنانچہ ایسا روزہ مصلحتِ اخوّت کے لئے عین تمدّن ہے اور فضائل نماز کا جزو ہے اور کلمہ طیبہ کی حقیقت لا الہ بہ تطبیق اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کا نماز میں عمل ہے۔ چنانچہ حضور رسالت پناہ اسی حقیقت میں ارشاد فرماتے ہیں۔

۱- اَلْمُؤْمِنُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ ترجمہ۔ مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے عام لوگ سلامتی میں رہیں۔

۲- اَلْمُؤْمِنُ مَالِفٌ ترجمہ۔ مومن الفت کا خزانہ ہے۔

۳- لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ ترجمہ۔ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

چنانچہ اس تعلیم کی عملی کلاس ہر سال ماہِ رمضان میں کھل جاتی ہے تاکہ یہ تعلیم عملاً ہر عضو کو سکھائی جائے جس کا منشا یہ ہے کہ سال تمام اس تعلیم کے مطابق ہر عضو آنکھ۔ کان ہاتھ پاؤں اور دِل کا اسی طرح بد عادات سے تزکیہ ہو۔ جس طرح فاقہ سے معدہ کا مادہ فاسدہ سے سال تمام کے لئے تنقیہ اور تزکیہ ہوتا ہے۔

لیکن اس کے خلاف عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اہلِ اسلام نے ان ارکان کلمہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کو محض ریا یعنی خود غرضی اور نفس پروری کا معیار بنا رکھا ہے مثلاً نماز پڑھ کر اپنے آپ کو محض نیک سمجھنا اور نیک ظاہر کرنا اور اس کے صلہ میں آرزوئے جنت رکھنا ہی کافی سمجھنا۔ اس کے سوا مصلحتِ اخوت کے لحاظ سے کسی سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ارکان کا ثمرہ جنت ضرور ہے بشرطیکہ ان پر عمل کیا جائے۔ بغیر عمل خود غرض عبادت کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں۔ ایسی نفس پرور عبادت ریا ہے جو منشاء تعلیم کے خلاف ہے اور ایسی نفس پرور عبادت کو شرک ریا سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس حقیقت میں علامہ اقبالؔ فرماتے ہیں ؎

ایکہ در از ترکنی پیش کساں نماز را ‌ ‌ ‌ سجدۂ تو بر آورد از دل کافراں خروش

الحاصل مسجدوں میں جمع ہونا منشاء اخوّت ہے اور منشاءِ اخوت منشائے محبت ہے اور منشائے محبت منشائے حیاء و مروّت ہے۔ چنانچہ منشاء حیا اقتضاء احتیاط ہے۔ اور احتیاط کا تقاضا حفاظتِ دل ہے اور حفاظتِ دل کا تقاضا ہر خیال بد کا تحفظ ہے

اور خیالِ بد سے تحفّظ کے لیئے نظرِ بد سے محتاط ہونا لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ نماز کے اجتماع میں اخوّی محبّت کے لحاظ سے ہر شخص سوائے اپنی منکوحہ بیوی کے تمام خوانین کو اپنی بہن بیٹی کے برابر سمجھے اور اپنے آپ کو نظرِ بد سے محفوظ رکھے۔ جس کا صلہ یہ ہوگا کہ زنا کاری کے برباد کُن خیالات کی جُملہ تکالیف دِل آزاری۔ جنگ و جدل۔ مقدمہ بازی سزا یابی وغیرہ وغیرہ سے امن حاصل ہو (جن خرابیوں کا نقشہ عام طور پر جیل خانوں کی معموری بپیشِ نظر ہو سکتی ہے)

دوسرا استفادہ اخوت اِس امر کا مقتضی ہوگا کہ برادرانہ محبت کے تقاضا سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ چنانچہ باہم ہمدردی اور محبت کے جذبات اس احتیاط کے مقتضی ہوں گے کہ ایک دوسرے کا مال چوری سے محفوظ رہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ زنا اور چوری ہی دو ایسے بنیادی گناہ ہیں کہ ان سے تمام دنیا کے فساد ظہور میں آسکتے ہیں یہی دونوں عیب غیض و غضب۔ حسد و بغض۔ چغلی و بخل وغیرہ اور جملہ عملِ منشّیات اور دیگر بیہودہ کاموں کی علّت ہیں۔ اور یہی جیل خانوں کی پونجی ہیں۔ اگر ان دونوں قبیح گناہوں کو حسبِ تعلیم کلمہ طیبہ اور عملِ نماز روزہ ترک کیا جائے تو دین اور دُنیا کی تمام عقوبتوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ اگر ہم نماز کے عملاً کاربند ہوں تو اخوّت کی محبت کی سرشاری اور حلاوت کے سوا اور کوئی خیالِ بد دِلوں میں پیدا نہیں ہو سکتا جس سے گرفتارِ معصیت ہو کر رنج و تعب میں مبتلا ہوں۔ اس لئے اس فلسفہ اجتماع نماز سے ہر قسم کی دل آزاری ہر طرح کی تکالیف دنیا سے نابود ہو جاتی ہیں اور اسی کا نام کلیدِ نجات ہے۔ گناہوں سے بریّت ہونے سے عاقبت بالخیر ہوتی ہے۔

ریاضِ خلد بخواہی غمِ حیات آور ۔۔۔ دلا ز ترکِ ذمیمہ رہے نجات آور

مزید برآں اسی سلسلہ میں جملہ قوانین شریعت نہایت شرح بسط سے اسی لئے مرتب ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی کسی قسم کا نقص واقعہ نہ ہو۔ جو سلسلہ اخوت میں

کدورت پیدا کرے۔ چنانچہ منجملہ مشتِ نمونہ آخرالزمان فضیلت مآب رسالت نے تحفظِ زنا میں پہلے مذہبوں کے قوانین تحفظِ زنا کے مقابل مندرجہ ذیل اضافہ فرمایا ہے یعنی جملہ مذاہب نے مختلف طریقوں سے بذریعہ نکاح تحفظِ زنا کیا ہے لیکن شمس رسالت نے انسدادِ زنا کیلئے قانونِ نکاح کے مکمل تحفّظ میں آئین پردہ۔ طلاق اور ازدواج ثانی کا مکمل نظام اشاعت فرمایا ہے کیونکہ جس قدر زنا کا تحفظ ہوگا اسی قدر تہذیب اعلیٰ ہوگی اور اسی قدر آسائشِ زندگی ہوگی اسکے خلاف جس قدر زنا کے سامان آزاد ہوں گے اسی قدر زناکاری زیادہ ہوگی۔ اور زناکاری سے کئی قسم کے نقصان جان۔ مال اور عزّت کیلئے لازمی اور ضروری ہوں گے ۔ اسی کا نام بدتہذیبی ہے۔ واضح رہے کہ سوٗر کا استعمال حرام قرار دینا بھی بسلسلہ انسداد زنا ہے کیونکہ اسکے استعمال سے زنا کی بیحیائی طبعاً پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ علاّمہ صاحب پردہ کی نسبت فرماتے ہیں ؎

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا | مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
دلِ کامل عیار آں پاک جان برد | کہ تیغِ خویش را آب از حیا داد
جہاں تابی زِ نورِ حق بیاموز | کہ با او صد تجلی در حجاب است

## نماز میں تہذیب ایفاءِ وعدہ

دیگر مفاد کے علاوہ نماز کے مقررہ وقت پر پڑھنے میں ایفائے وعدہ اور ہر کام کو وقت پر کرنے کی تربیت شامل ہے۔

## نماز میں تہذیب یگانگت

نماز باجماعت پڑھنے میں مصلحت اخوّت کا انتہائی معیار تعلیم کیا گیا ہے یعنی جس طرح جماعت میں شاہ و گدا۔ امیر و فقیر ایک لائن میں بھائی بنا کر کھڑے کئے گئے ہیں

اسی طرح ہر وقت اخوت کا عمل ہونا چاہیئے

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز ؎ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

## نماز میں تہذیب گفتگو

باجماعت نماز میں تہذیب گفتگو کی بھی تربیت ہے یعنی جس طرح امام کی قرأت نہایت توجہ اور خاموشی سے ہمہ تن گوش ہو کر سُنی جاتی ہے اسی طرح ہر معاملہ میں متکلم اور مخاطب میں عمل ہونا چاہیئے۔

## نماز میں تہذیب حفظانِ صحت

ضمن ۱:۔ نماز کے لئے وضو جس طریقہ سے کیا جاتا ہے حسب منشاءِ طب حفظانِ صحت کے لئے بہترین معیار ہے۔ چنانچہ دانت۔ ناک۔ آنکھ اور کانوں کے ذریعہ زہریلی اور گندی رطوبت خارج ہوتی ہے۔ اس لئے وضو میں ان اعضا کو خاص طور سے صاف کیا جاتا ہے تاکہ یہ اعضا گندی رطوبت سے ہر وقت پاک و صاف رہیں اور ہاتھ پاؤں سر اور گردن اس لئے دھوئے جاتے ہیں کہ یہ عضو عموماً ننگے رہتے ہیں اور ان پر گرد وغیرہ پڑتی رہتی ہے جس سے مسامات بند ہونے کا اندیشہ ہے چونکہ باقی جسم کپڑے سے ڈھکا رہتا ہے اس لئے اس کے صاف کرنے کے واسطے دن میں ایک دفعہ نہا لینا کافی ہے لیکن ان عضو کی صفائی کے لئے وضو اعلیٰ ترین عمل ہے۔ نیز زبان۔ ناک۔ آنکھ۔ کان ہاتھ پاؤں ہر کام میں خاص طور سے حصہ لیتے ہیں۔ اور ان میں کسافت اور تکان پیدا ہو جاتی ہے اور تکان کی وجہ سے یبوست ضروری ہے۔ اس لئے جب ان کو پانی سے دھو لیا جاتا ہے تو تر و تازہ ہو کر چیست و چالاک ہو جاتے ہیں۔ اور تمام کسافت اور یبوست دُور ہو جاتی ہے اور تمام دن نہایت خوشی سے کام کر سکتے ہیں۔ خصوصاً

فرحتِ وضو سے نماز میں دلچسپی اور توجہ منظور ہے ۔

جس طرح وضو سے نماز کے لئے جسمانی طہارت کی ضرورت ہے اسی طرح اخلاق حق العباد کے لئے نماز میں روحانی وضو کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ روحانیت میں سب اعضا پاک رہیں یعنی ہاتھوں کو آبِ اخلاق سے اس طرح دھونا چاہیئے ۔ کہ کسی بداخلاق امور میں حصّہ نہ لیں اور نیک کاموں میں کام آئیں ۔ اور اسی طرح منہ اس طرح دھویا جائے کہ زبان بداخلاق باتوں سے بند کی جائے اور خوشگوار مہذب گفتگو کی جائے ۔ علیٰ ہذا آنکھ ہر طرح کی بدنظری سے بند کی جائے اور نیک نظر بنائی جائے ایسا ہی کان بداخلاق آوازیں سُننے سے بند کئے جائیں اور نیک باتیں سننے میں استعمال کئے جائیں ۔ اور اسی طرح پاؤں بداخلاق کاموں کی طرف چلنے سے بند کئے جائیں اور نیک کاموں کی طرف چلائے جائیں ۔ تب یہ اعضا روحانیت میں پاک ہونگے ورنہ ناپاک رہیں گے اور نماز میں ہر قسم کی ناپاکی اور پلیدی ممنوعات سے ہے حتیٰ کہ نماز نہیں ہوتی ۔[1] لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِالطَّھَارَۃِ یہ روحانی وضو ایک نماز سے دوسری نماز تک لازمی طور پر قائم رکھنا چاہیئے جو حفظانِ صحت کیلئے حقیقتًا حفظِ ماتقدم ہے

ضمن ۲ ۔ پنجگانہ نماز میں جس قدر رکوع و سجود کئے جاتے ہیں اس قدر روزانہ ورزش حسب منشار طب صحت کے لئے حفظِ ماتقدم ہے اور معدہ کے لئے بالخصوص مفید ہے ۔ کیونکہ معدہ تمام وجود کی صحت کا چشمہ آبِ حیات ہے ۔

ضمن ۳ ۔ نماز میں جسم اور کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا صحت کیلئے عمدہ ذریعہ ہے ۔

ضمن ۴ ۔ جیسا کہ فضائل اخوت میں زنا اور چوری سے محفوظ رہنا بیان ہو چکا ہے بلحاظ فوائد حفظانِ صحت جسمانی و خیالی زنا سے محفوظ رہنا جملہ امراض متعدی سے حفاظت ہے چنانچہ زناکاری سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان کا یہاں پر بغرض توجہ

---

[1] :۔ پاکیزگی کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔

ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ضعفِ جگر۔ ضعفِ معدہ۔ ضعفِ طحال۔ ضعفِ گردہ۔ ضعفِ مثانہ۔ ضعفِ دل۔ ضعفِ پھیپھڑا۔ ضعفِ دماغ۔ ضعفِ بصارت۔

## شرح

۱۔ ضعفِ معدہ سے بدہضمی۔ دردِ معدہ۔ اسہال وغیرہ

۲۔ ضعفِ جگر سے خون کا کم پیدا ہونا۔ رنگ زرد۔ بدن میں سستی و کاہلی۔ چہرہ بے رونق ہونا

۳۔ ضعفِ طحال سے ڈر۔ بزدلی۔ بدحواسی۔ پیٹ کا پھولنا۔

۴۔ ضعفِ گردہ سے دردِ گردہ وغیرہ۔

۵۔ ضعفِ مثانہ سے سلسل۔ پتھری۔ جریان۔

۶۔ ضعفِ دل سے بدحواسی۔ تفکرات۔ پریشانی۔ دھڑکن۔ پژمردگی۔

۷۔ ضعفِ پھیپھڑا سے دق۔ سل۔ دمہ۔ کھانسی۔

۸۔ ضعفِ دماغ سے نسیان۔ اُلّو پن۔ خبط الحواسی۔ اوداسی۔ بھیانک پن۔

۹۔ ضعفِ بصارت سے اندھاپن۔

علاوہ ازیں امراض خبیثہ۔ آتشک۔ سوزاک۔ جریان اور عورتوں کا سیلان الرحم وغیرہ وغیرہ۔ جس قدر امراض ہیں۔ ان سب کی اُم الامراض زناکاری ہے جیساکہ ارشاد ہے اَلزِّنَا يُخْرِجُ الْبِنَا۔ اور اس سے محفوظ رہنا اس کا نعم البدل ہے۔ تارک الزنا قوی توانا۔ خوش رنگ۔ خوبصورت۔ بہادر سخی۔ روشن دماغ۔ دین اور دنیا میں ہر طرح قابل اور ہر وقت بشاش و سرشار رہتا ہے۔ اس کے لئے دن عید اور رات شب برات ہے۔ دل میں خوشی کی امنگیں دریا کی موجوں کی طرح موجزن رہتی ہیں۔ اخوت کا دلدادہ ہر شخص اس کا محبوب اور ہر شکل اس کی مرغوب ہے۔ جملہ فوائد تندرستی کے سوا عمر بڑی ہوتی ہے فَطَالَتْ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ۔ اس کے خلاف زنا کی زندگی کا نقشہ ہی اور ہے۔

شراب۔ افیون۔ چرس۔ بھنگ۔ مدک۔ چانڈو اور سینما ایسی مخرب الاخلاق صحبتیں اسکے لوازمات میں ہیں۔ زیر باری ہونے پر ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے واسطے چوری اور جوا بازی تک نوبت پہنچتی ہے۔ دنگے فساد اور قتل بھی ہوتے ہیں جو نتیجتہً ذلت کی موت یا جیل کی مصائب کا باعث ہو جاتے ہیں۔ زنا کے عیش کے مقابل جیل میں جوتے کھانے۔ چکی پیسنے۔ کوہلو چلانے۔ بان بانٹنے۔ زنجیروں میں جکڑا رہنے۔ خاک پر سونے۔ اندھیری کوٹھڑیوں میں بند رہنے۔ کمبل پہننے اور جوؤں کی فوجوں میں دبا رہنے کی ذلیل حالت ایک صاف عبرتناک نقشہ پیش کرتی ہے مگر کور بخت نہیں دیکھتا اور مبارک اور نایاب زندگی کو بدترین مصیبت کدہ بنا کر آخر الامر عدم آباد بے نیل و مرام لے جاتا ہے۔ زانی قبر میں پہنچکر گرز کھاتا ہے۔ مٹی سا پسا جاتا ہے۔ دوزخ کی آگ میں جھکولے کھاتا ہے۔ سانپوں کی غذا بن جاتا ہے۔ پیپ اور لہو اور تھوور کا پانی اُبلتا ہوا پیتا ہے وغیرہ وغیرہ جیسا کہ ارشاد ہے فِی سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ترجمہ۔ آتش دوزخ میں اُبلتے پانی جو کالے سیاہ دھوئیں میں جلتے ہونگے نہ اس جگہ خنکی ہے نہ عزت کی جگہ۔ نیز ارشاد ہے۔ لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۚ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ؕ ترجمہ۔ البتہ کھانے والے ہو درخت سینڈ کے اور اس سے اپنے پیٹ کو بھرنے والے اور اس پر پینے والے ہو جلتا ہوا گرم پانی اور اور وہ گرم پانی اس قدر پیو گے کہ جس طرح پیاسے اونٹ پیا کرتے ہیں اور اس کے خلاف زنا سے محفوظ جنت کے مستحق ہیں جس میں ہر قسم کی نعمتیں ہمیشہ کے لئے انکے واسطے موجود ہیں جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ؕ ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے فردوس کے باغ ہونگے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہاں تک جو کچھ بیان ہوا یہ سب

لاالہ شرک افعال ذمیمہ کی نفی کا عملی نقشہ بہ تطبیق اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ دکھایا گیا ہے۔ اب نماز میں اسکی اشاعت کے ضمن پر توجہ دلائی جاتی ہے۔

## نماز میں تہذیبِ اشاعت

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ضمن ۱: مسجدوں میں جمع ہو کر نماز ادا کرنے میں اخوّت اور حفظانِ صحت کی مصلحت کے سوا اشاعتِ اسلام بھی شامل ہے یعنی بلاتخصیص مسلم وغیر مسلم عوام بنی نوع انسان کو بذریعہ اذان اس خوشخبری سے اعلان کیا جاتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی کلمہ طیبّہ کی نفی اثبات ۔ شریعت و معرفت کا نماز میں عملاً مشاہدہ کرو حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اٹھو اور یہ فلاح دارین نماز میں حاصل کرو ۔ چنانچہ رات دن میں پانچ دفعہ تمام دُنیا کو اس فلاح کے لئے مدعو کیا جاتا ہے کہ مسجدوں میں آؤ اور اسلام کی بہترین دین و دُنیا کی تعلیم کے فیوضِ اخوّت ۔ حفظانِ صحت مقاصد ۔ سیاست معرفت وغیرہ عملاً حاصل کرو

ضمن ۲: رات دن میں پانچ دفعہ محلہ دار ایک مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنے میں یہ مصلحت شامل ہے کہ جملہ مضامین اخوّت وغیرہ کا عمل ہر وقت ہوتا ہے اور مزید توقف کی وجہ سے اس تعلیم کے کسی مفاد میں نقص اور تساہل واقع نہ ہو ۔ چنانچہ اس سلسلہ تعلیم کی ایسے وسیع پیمانہ میں ترتیب دی گئی ہے کہ اس سے اس تعلیم کی فیاضی تمام روئے زمین سے وابستہ ہو اور کوئی فردِ بشر اس مبارک تعلیم کے فیض سے بدنصیب نہ رہے ۔ یعنی ہفتہ میں جمعہ کی نماز محلہ یا قصبہ یا گاؤں کی آبادی کے لحاظ سے ایک جگہ ادا کی جاتی ہے جس سے مراد ہے کہ سلسلہ اخوت اور محبت اور حفظانِ صحت وغیرہ کی تعلیم کی پرکار بڑی پرکار کے دائرے میں قائم رہے ۔ تا کہ تمام محلہ والوں کا اتحاد تمام شہر یا قصبہ سے یکساں رہے اور جملہ امور سے سب کو یکساں فائدہ حاصل ہو ۔ پھر اس پرکار کو سال میں دو دفعہ یعنی عیدین

کی تقریبوں کے واسطے اور بڑے پیمانہ میں توسیع دی گئی ہے یعنی عیدین کے لئے ضروری ہے کہ شہروں اور قصبوں کے قرب وجوار کے دیہات کے لوگ قصبوں اور شہروں میں نماز ادا کریں تاکہ وہی سلسلہ اخوت ومحبت جو ایک مسجد والوں کو حاصل ہے سب کو حاصل ہو حتیٰ کہ اس پیکار کے دائرہ اخوت کو تمام دُنیا کے دائرے پر محیط کر دیا ہے جس کا مرکز بیت الحرام ہے۔ جس کے حج کا تمدنی منشا ریہ ہے کہ دُنیا کے ہر حصّہ کے ممبر اس مقدس محبت اور اخوت کدہ پر جمع ہو کر تمام دُنیا سے رابطہ اخوت ومحبت قائم رکھیں اور باہمی ملاقات سے دُنیا کے ہر حصّہ کے حالات سے خبردار ہوں۔ اگر کسی گوشہ میں کسی قسم کی ضرورت ہو تو ممکن ذرائع سے امداد کی جائے۔

اس آئین کا اندازہ بخوبی ہر شخص کے پیشِ نظر ہو سکتا ہے کہ انسان کی بہبود اور فلاح دارین کے لئے نماز اور اس کے مقاصد کس حد تک بہترین اور سنہری ہیں۔ اس لئے اشاعتِ اسلام سے بہتر کارِ حسن اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اس سے ہر انسان مستفیض ہو سکتا ہے جیساکہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ط ترجمہ۔ اور نہایت بہترین بات کی رو سے وہی شخص مبارک ہے جس نے خلق کو خدا کی طرف بلایا اور اچھے کام کیے اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

چنانچہ مثال کے طور پر حکومت برطانیہ کا نظام بالکل اصول اشاعت نماز کی تقلید اور تتبع ہے یعنی نظام کے لئے چھوٹے دائرں میں میونسپل بورڈ اور اضلاع کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ اور صوبجات میں لیجسلیٹو کونسلیں اور ان سب کا ہیڈ اسمبلی اور اس کی ہائی کلاس پارلیمنٹ وغیرہ ہیں جن سے ہر وقت تمام ملک کے حالات نہایت روشن اور مستحکم رہتے ہیں۔ یہی منشاء اسلام کے اتحاد اور سلوک کا ہے جس کو نماز کی مذکورہ کونسلوں میں منضبط کیا گیا ہے یعنی مسجدوں اور جمعہ مسجدوں اور عیدین اور حج بیت السلام میں جن میں ہر قسم کے امور تمدنی و سیاسی فیصلہ ہو سکتے ہیں۔

# نماز اور تہذیبِ سیاست

ضمن ۱۔ اخوت۔ حفظانِ صحت۔ اشاعت کے فضائل میں نماز کی جو خوبیاں واضح ہو چکی ہیں ان پر اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو وہ تمام خوبیاں فوراً اپنا نقشہ دکھا سکتی ہیں کہ اسلام کو قوانین سیاست کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تعلیمِ نماز خود ایک ایسا جامع اور مکمل قانون ہے کہ اس میں عملاً تمام دنیا کے بہبود حاصل ہیں بلکہ اس میں وہ فلاح بھی حاصل ہے جو دنیا کے شہنشاہوں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یعنی مشاہدہ حضرت واجب الوجود جو تمام نعمتوں سے افضل ترین اور بہترین نعمت ہے۔

ضمن ۲۔ تعلیم نماز کے منشار کے مطابق اگر مسلمانوں کا اتحاد واحد ملت میں اخوت پذیر ہو تو یہ لازمی ہے کہ دنیا میں اہلِ اسلام سے بڑھ کر کوئی خوش نصیب نہ ہو۔ اور تمام دنیا ان کی بہترین تعلیم پر رشک وحسد کرے۔ چنانچہ آنحضور صلعم کے وقت میں تعلیمِ نماز کے اثرات تمام دنیا پر بخوبی ظاہر ہو چکے ہیں۔ تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں ایک قلیل جماعت نے قریب قریب تمام دنیا کو اپنی اخوت ومحبت کا ثبوت دکھا کر اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا تھا۔ چنانچہ نماز کا ہر وقت وہی منشا، اور وہی مقصد ہے کہ ہر شخص اس مبارک اور رحمت اللعالمین تعلیم کو اپنا تمدن بنائے اور اپنی حقیقت کا آشنا ہو

ضمن ۳۔ سیاست کے انضباط قوانین۔ حفاظتِ جان۔ مال اور حفاظتِ عزت کا معیار رہیں چنانچہ ان قوانین کا کنٹرول بذریعہ عدالت ہائے دیوانی۔ فوجداری مال کیا جاتا ہے۔ اور عدالتوں کے تحفظ کے لئے فوج وآلات فوج کی ضرورت لازمی ہے۔ لیکن نماز میں یہ ضبط تحفظ بلا تکلف اور بلا سامانِ سیاست نہایت آسانی سے ہر انسان کو ہر وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اخوت کی تعریف میں بیان ہو چکا ہے۔ جس کے اثرات سے ہر انسان تینوں قسم جان۔ مال اور عزت کے نقصان سے خود بخود

محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس لئے اگر ہم جملہ قوانین سیاسیات کو قانون نماز سے توازن کریں گے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت نماز سے بہتر کوئی قانون نہ ہو سکے گا۔ اور حفظان صحت کے لحاظ سے نماز بہترین اصولِ حفظِ ماتقدم ہے اور قوانین مذہبی کے لحاظ سے کوئی مذہب ایسا قانونِ عبادت پیش نہیں کر سکتا جس میں نماز کی طرح ہر قسم کے فوائد حاصل ہوں الحاصل باجماعت نماز حقیقتاً وہ تعلیم ہے کہ اس کے حقائق و معارف کے منشاء کے مطابق عمل کرنے سے جیسا بہترین امن حاصل ہوتا ہے ویسا کسی قانون مذہبی و سیاسی کے عمل سے نہیں حاصل ہوتا۔ ایک تعلیم نماز میں تمام انسانوں کے لئے وہی مقاصدِ تحفظ موجود ہیں جو مقاصد جملہ قوانین سیاسیات میں تحفظ انسان کے لئے مطلوب ہو سکتے ہیں۔

## نماز میں تہذیب تعمیلِ احکام

مقاصدِ سیاست کے سلسلہ میں امام کے پیچھے باجماعت نماز میں امام کے اللہ اکبر کہنے پر مقتدیوں کا قیام رکوع سجود قعدہ میں تعمیل کرنا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم پر اس طرح استدلال ہے کہ دنیا میں تمام مسلمانوں کی ایک جماعت ہو اور بسلسلہ رسالت ایک خلیفہ یا امام کے ماتحت ہو اور اس کے احکام کی تعلیم تمام دنیا کے مسلمان اسی طرح کریں جس طرح نماز میں جماعت امام کے اللہ اکبر پر بلا تامل تعمیل قیام رکوع سجود وغیرہ کرتی ہے جس کی ایک مثال کمانڈر کے حکم اور سپاہیوں کی تعمیل کی بھی ہے اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمام دنیا انکے اتحاد اور مذہبی اتفاق پر رشک کرے اور انکے اتفاق اور فرمانبرداری کا ان پر تسلط ہو۔ یعنی اس معاملہ میں نمازی کا رویہ سپاہیانہ جسور و غیور ہونا چاہیئے تاکہ اہل اسلام ہمیشہ اپنے مقاصد میں کامیاب رہیں۔ اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

لیکن اس تعلیم کے خلاف اس وقت اسلام میں ۳۰۸ فرقے اور ۳۰۸ ہی انکے خلیفے ہیں اور ان کا باہم اس قدر اختلاف اور عناد ہے جس طرح کا فرادِ مسلم کا ایسی حالت میں کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایسے مسلمان اپنے مطالب اور مقاصد میں کامیاب ہوں۔ ان کی فرقہ بندی ہر طرح اصول نماز کے سراسر خلاف ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ سب فرقے نماز کی مخالفت کر رہے ہیں اگرچہ نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ علامہ صاحب اسی حقیقت میں فرماتے ہیں ؎

کھو گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملّت میں
سمجھے گا نہ تو جب تک بیرنگ نہ ہو ادراک

اے راہروِ فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہِ عمل پیدا نے شاخِ یقین نمناک

دل ہے مسلماں نہ تیرا نہ میرا
تو بھی غازی میں بھی غازی

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں ملّاں ہوں غازی

ترکی بھی شیریں تازی بھی شیریں
حرفِ محبت نہ ترکی نہ تازی

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خون باقی نہیں ہے

صفیں کج پریشان سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندرون باقی نہیں ہے

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

## اسلام کے تین بڑے گروہ کا ناجائز رویہ اور تمدن اسلام کا انحطاط

اس میں شک نہیں کہ اسلام نے بذریعہ نماز جملہ امورِ تمدن کا ارتقا اور انضباط مکمل طور پر قائم کر دیا۔ اگر اہلِ اسلام اس ضبط کا تحفظ کرتے تو قیامت تک انحطاطِ تمدن کا منہ نہ دیکھتے لیکن افسوس کہ اہلِ اسلام کے سرکردہ تین گروہوں نے اس ضبط کو پامال کر دیا۔ پہلا گروہ وہ جو یومنون بالغیب پر ایمان رکھتا ہے اور اس ایمان کے ساتھ جزا و سزا آخرت پر پورا پورا اعتماد ہے لیکن اس گروہ نے امورِ تمدن

کی اس قدر مخالفت روا رکھی ہے کہ سزا و جزا کے تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی تغافل شعاری کا یہ حشر ہے کہ افعالِ ذمیمہ ایسی بیباکانہ جرأت سے کرتے ہیں جیسے منکرانِ خدا۔ دہریہ وغیرہ۔ امورِ تمدن کے خلاف ان کی بے باکی اور جرأت انحطاطِ تمدن کا اصلی سبب ہے اسلیئے اس گروہ کی اسلامی جسارت مردہ ہو چکی ہے۔

دوسرا گروہ وحدت الشہود کا قائل ہے اس گروہ کا نظریہ زہد و اتقا کے متعلق اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ زہد و اتقا کے انہماک نے ان کو گوشہ نشینی کے سوا کچھ نہیں سکھایا اور وہ ان ذرائع سے نجات کے ایسے متلاشی ہیں کہ ارتقاء تمدن ان کے لئے ایک غیر ضروری چیز ہے اس لئے اس گروہ کا اسلامی جسور و غیور پایۂ تغافل تک پہنچ چکا ہے۔

تیسرا گروہ وحدت الوجود کا حامی ہے اس گروہ کے بد مذاق جہلا نے تمدن کو ایسی رنگینیوں میں رنگا ہے جس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ان کا نظریہ امور تمدن کے لئے یہ فتویٰ ہے کہ ہر کام مرضیٔ مولےٰ ہے اس لئے ان کے نزدیک حرام حلال قابلِ امتیاز نہیں گویا یہ گروہ تمدنِ اسلام سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھا ہے اور مسئلہ جبر و قدر کو لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه کی غلط فہمی میں اک حشرِ مفاسد قائم کر رکھا ہے اس لئے ہم مسئلہ جبر و قدر کے متعلق کچھ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ یہ غلط فہمی کسی حد تک اپنی صحت کا معیار ہو

# مسئلہ جبر و قدر مشتمل بر افعالِ بشریت و اقتدارِ

## الوہیت پر تبصرہ

واضح ہو کہ جو کام انسانی قدرت سے بعید ہیں وہ اقتدار الوہیت سے منسوب ہو سکتے ہیں اور جو امور انسانی معقولات اور امتیاز و اقتدار سے متعلق ہیں وہ اس کی ذمہ داری اور رواداری میں شمار ہونگے چنانچہ ان ہر دو حقائق کا مشاہدہ ہر امور روزمرہ میں

دکھایا جاتا ہے۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ ہمارے کھانے پینے پہننے اور دیگر ضروریات کی تکمیل میں اقتدارِ الٰہی اور افعالِ بشری شامل ہیں۔ جب تک ان ہر دو امور کی تخصیص کا امتیاز جداگانہ نہ ہو اس مسئلہ کا صحیح نظریہ قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ذیل کی مثال اس تخصیص میں بہترین ثابت ہو گی۔ یعنی منجملہ انسانی روزمرہ میں انسانی اغذیہ کی تکمیل میں اقتدارِ الٰہی اور افعالِ بشری دونوں شامل ہیں جیسا کہ کسان کا حل جوتنا تخم بونا۔ آبپاشی کرنا۔ کاٹنا اور روند کر بھوسہ اور اناج کا علیحدہ علیحدہ کرنا اور آٹا پیسنا۔ روٹی پکانا۔ روٹی کھانا یہ سب کام انسان کے فعل سے متعلق ہیں جن کو فطرت نے کبھی چھوا تک نہیں اور اقتدار الوہیت یہ ہیں۔ گندم کے دانہ سے پودا نمودار کرنا اور اس کی فطرت کے مطابق اس کی نشوونما کی تکمیل کر کے ایک دانہ تخم سے سینکڑوں دانے مہیا کرنا اور انسان کی غذا ہونے کے بعد انسان کی مکینیکل فطرت سے جزوِ بدن بنانا اور فضلات کو بدن سے خارج کرنا وغیرہ چنانچہ ان امور میں انسان کو قطعاً دخل نہیں۔ علیٰ ہذا یہی تناسب اشیاء پوشیدنی سے متعلق ہے یعنی روئی اور ریشم کی تکمیل قدرت کاملہ کے اقتدار ہیں اور ان سے پارچات پوشیدنی بنانا فعل انسانی ہے۔ اسی طرح دیگر کاروبار کرنا فعل انسانی ہے۔ اس مشاہدہ روزمرہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ جو افعال انسان کے اعضاء ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ اور معقولات سے امتیاز نیک و بد تعلق رکھتے ہیں انسان انکی تکمیل کا ذمہ دار ہے۔ اگر یہ ان کی تعمیل میں تساہل و تغافل کرے تو لازمی طور پر نقصان کا ذمہ دار ہے اور اگر اپنے فرائض کو انجام دے تو ضروری ہے کہ مفاد حاصل کرے۔ اسی سلاسل میں قدرت کاملہ نے بذریعہ معقولات امتیاز نیک و بد عطا فرما کر امورِ تمدن کی ذمہ داریوں کا روادار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ شراب۔ زنا۔ چوری وغیرہ بدترین افعال کے نقصانات کی معلومات حاصل ہے اس لئے ان افعال کا نہ کرنا اور کرنا معقولات اور امتیازی جذبات سے انسان کی بیّن ذمہ داری کا اظہار ہے۔

چنانچہ اسی حقیقت پر انسان کی پُر امن زندگی کا سرمایہ احکام تمدن مذہبی مشتملہ اوامر و نواہی و اخبار ثواب و عذاب سے پابند ٹھہرایا گیا ہے۔ اور انہی رواداریوں کا ذمہ دار تصوّر کرتے ہوئے سیاسی قوانین افعالِ انسان میں منضبط ہیں اور ممنوع افعال کے جرائم میں سزا دینا مناسب خیال کیا گیا ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ نے انسان کو بذریعہ معقولات ان افعال کا روادار قرار دیا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ ہر امور میں اپنی رواداری اور اقتدار الٰہیہ کا حفظ مراتب کرے تب انسان تخصیص معارف کا عارف ہو سکتا ہے جیسا کہ اس حقیقت میں کہا گیا ہے ؂

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد      گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

اس کی مثال ہو بہو اس طرح سمجھنی چاہئے کہ جس طرح نظامِ گورنمنٹ دو حصص میں منقسم ہے یعنی ایک حصہ گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ رکھا ہوا ہے اور دوسرا حصہ اپنے ملازمین مجسٹریٹ وغیرہ کو دیا ہوا ہے۔ چنانچہ ایسے بااختیار ملازمین کو اپنے اختیارات کا عمل میں لانا ضروری ہے ورنہ وہ اس عہدہ سے گرا دیا جاتا ہے۔ اگرچہ نظام دو حصص پر منقسم ہے لیکن ہر دو حصص کی گورنمنٹ ایک ہی ہے۔ اسی طرح حقیقتِ وحدہٗ لاشریک ایک ہی ہے اگرچہ نظامِ کائنات دو حصص مذکورہ پر منقسم ہے۔ پس جبر و قدر کی حقیقت لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اقتدار الٰہیہ سے مخصوص ہے جن میں انسان کا ادراک عاجز ہے اور جو افعال انسان سے ظہور پذیر ہوتے ہیں صحیح معنوں میں وہ افعال انسان کے اختیارات ہیں جیسا کہ کسان اور اناج وغیرہ کی مثال اس حقیقت پر پوری پوری روشنی ڈالتی ہے۔ اگر اس گروہ کا نظریہ لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ صحیح ہوتا تو قرآن کریم میں احکام اوامر و نواہی اور اخبار ثواب و عذاب نہ ہوتے اس لئے ان کا نظریہ اصولِ قرآن کے خلاف ہے۔

بدیں وجوہ نہ صرف تمدنِ اسلام مردہ ہو چکا ہے بلکہ اہلِ اسلام تمدن کی موت سے خود مُردہ ہو چکے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ قرونِ اولیٰ اور دوئم کے مسلمان ایسے

مسلمان نہیں تھے جیسے یہ جنہوں نے تمدنی ترقی کو اس قدر فروغ دیا کہ انکی ترقی کا جھنڈا دنیا کی آخری بلندی پر لہلہاتا ہوا اہلِ دنیا کو نظر آیا اور اس غیر معمولی ترقی نے دُنیا کے دلوں پر وہ رعب جمایا کہ وہ اس کی مہیب ترقی سے خائف ہو گئے۔ لیکن آج ان کا تمدن آخر درجہ کی غلامی کے سوا کچھ نہیں۔ اور ان کے تمدن کا جھنڈا زمین کی آغوش میں میٹھی نیند سو رہا ہے۔

برطبق ہم مذکورہ اہالیان گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے توجہ دلاتے ہیں کہ کیا اسلام انکے مذکورہ نظریوں کا مطمح نظر ہے یا اسلام وہ تعلیم ہے جو حضور رسالت پناہ نے بذریعہ نماز ضبطِ تمدن اور ضبطِ معرفت الٰہی میں قائم کی ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو کیا ہر گروہ اور ہر فرد کا فرض نہیں کہ وہ اس تعلیم کا پابند ہو اور تمدن کا تحفظ اور ضبط اسی طرح قائم رکھے جس طرح قرونِ اولے کے مسلمانوں نے رکھا۔ چنانچہ علامہ سر محمد اقبال نے اسرارِ خودی کا اظہار انہی معنوں میں کیا ہے منجملہ چند اشعار بطور اختصار لکھے جاتے ہیں ؎

ملّت از آئینِ حق گیرد نظام | از نظامِ محکمے گیرد دوام
ہست دینِ مصطفےٰ دینِ حیات | بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
غنچۂ از شاخسارِ مصطفےٰ | گل شود از بادِ بہارِ مصطفےٰ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت | بہرۂ از خُلقِ او باید گرفت
فطرتِ مسلم سراپا شفقت است | در جہان دست و زبانش رحمت است
قوم را ربط و نظام از مرکزے | روزگارش را دوام از مرکزے
راز دارِ رازِ ما بیت الحرام | سوزِ ما ہم سازِ ما بیت الحرام
تو زِ پیوندِ حریمے زندۂ | تا طوافِ او کنی پائندہ
در جہاں جانِ امم جمعیت است | در نگر سرِّ حرم جمعیت است
در جہاں وابستۂ بینش حیات | نیست ممکن جز بہ آئینش حیات

کُلُّ مُؤمِنٌ اِخوَۃٌ اندر دلش　　　حریت سرمایۂ آب و گلش

علاّمہ صاحب کے یہ اشعار باجماعت نماز کے سلاسل پر جس کا مرکز بیت الحرام ہے بیّن روشنی ڈالتے ہیں یعنی باجماعت نماز تمام دنیا کے مسلمانوں کو واحد جماعت بننے کی تعلیم ہے الحاصل کوئی گروہ ہو اس سے بحث نہیں لیکن اصولِ اسلام کے تحت ہر گروہ کا فرض ہے کہ جب تک وہ تمدنی ترقی کا روادار یا ذمہ دار نہ ہو دعوئ اسلام فضول اور بیہودہ ہے توحید کا تحفظ تمدنی ترقی کی صورت میں وابستہ ہے ورنہ ذکرِ توحید ایک پارینہ فسانہ کی یادگار کے مانند ہے۔

اس مضمون کے سلسلہ میں ہم یہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ فی زمانہ اسلام کے مذکورہ تین گروہ توحید کے تین جداگانہ نصب العین کے قائل ہیں لیکن اسلام اضدادِ توحید کا مخالف ہے بلکہ بلا اضداد واحد توحید کا معلم ہے اسلئے تین جداگانہ نصب العین توحیدِ اسلام کے سراسر خلاف مفسد اور مشترک ثابت ہیں جو ہالیان گروہ کی محض تنگ نظری کا سبب ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یومنون با الغیب اور وحدت الشہود اور وحدت الوجود معرفت توحید کے مدارج ہیں گویا توحید ایک ہے اسکے تعلیمی درجہ تین ہیں جس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ توحید کے لئے خالق اور مخلوق کا واسطہ لازم ملزوم ہے اور توحید وحدہٗ لاشریک کی شرط سے مشروط ہے اسلئے جب تک مخلوق خصوصاً انسان اپنے خالق وحدہٗ لاشریک کو نہ پہچانے عارفِ توحید نہیں۔ چنانچہ اس کتاب کے دوسرے شاہکار میں بعنوان "مراتب سبع مثانی" خالق و مخلوق یا فاطر و فطرت بہ تطبیق نصوص قرآن مفصل بیان کئے جائیں گے۔ یہ مراتب قضاء عبودیت اور معبودیت کے محور ہیں۔ اسلام نے ان مراتب کی عبودیت اور معبودیت کے مشاہدات نماز میں تعلیم کئے ہیں جن کا مفصل ذکر نماز کی حقیقت قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ اور انکی تسبیحات کے بیان کے موقعہ پر آئے گا۔ اس لئے یہاں صرف

اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ قیام رکوع۔ سجود۔ قعدہ میں جملہ تقاویم عالم بحیثیت عبودیت عابد ہیں اور ان میں تسبیحات کا پڑھنا مراتب معبودیت کی عبادت ہے کیونکہ عابد و معبود کے بغیر نہ توحید ثابت ہو سکتی ہے اور نہ مخلوق اس لئے توحید تو ایک ہی ہے لیکن اسکی معرفت کے علمی معیار یا مدارج تین ہیں۔ پہلا معیار علم الیقین جو یومنون با الغیب کی حقیقت ہے۔ دوسرا معیار عین الیقین جو وحدت الشہود کا نظریہ ہے۔ تیسرا معیار حق الیقین یہ وحدت الوجود کا نصب العین ہے جس کی مثال اس طرح ہو سکتی ہے کہ اگر کسی کو پیاس لگے تو وہ پانی چاہتا ہے۔ یہاں تک اس کا علم ا علم الیقین کی تعریف ہے پھر وہ پانی کو گلاس میں ڈالتا ہے اور پانی کو آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہ عین الیقین کی تعریف ہے۔ پھر وہ پانی پی لیتا ہے یہ حق الیقین کی حقیقت ہے۔ گویا پیاسہ اپنی پیاس کے علم میں مکمل ہو گیا۔ پانی ایک ہے اس کی تحصیل کے علمی درجہ تین ہیں۔ یہی حقیقت مذکورہ تین نصب العین اور توحید کی ہے جیساکہ ان حقائق و معارف میں دوسرا شاہکار بہ وضاحت تمام لکھا گیا ہے خصوصاً مراتب سبع مثانی وہ تعلیم ہے کہ جس سے توحید کے مذکورہ اضداد و اختلاف دور ہو جاتے ہیں۔ اور تینوں قسم کی توحید معرفت میں مکمل ہو جاتی ہے۔ چونکہ ان مراتب کا سرمایہ نماز ہے۔ اس لئے ہر گروہ کیلئے نماز کی مکمل پابندی یکساں ہے اور اگر کوئی گروہ نماز کی پابندیوں کا منکر ہو تو وہ گروہ اصول نماز کے تحت گمراہ اور زندیق متصور ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم ان اضداد کی مزید بحث نظر انداز کرتے ہوئے اسطرف توجہ دلائیں گے۔ کہ رسالت آخر زمان نے ان اضداد کا فیصلہ حقیقت نماز میں خود ہی کیا ہے جو ہر گروہ کے لئے ناطق فیصلہ ہے اس فیصلہ کی موجودگی میں اگر کوئی گروہ معارف نماز کے سوا معرفت الٰہی کا کوئی اور بھی نظریہ قائم کرتا ہے تو نماز اس نظریہ کی خود تردید ہے۔ الحاصل معرفت الٰہی کیلئے نماز ہی وہ معراج کمال ہے کہ اسکے سوا جملہ بحث و مباحثہ لاحاصل ہیں۔ اب ہم اس اختصار پر اکتفا کرتے ہوئے مکرر اصل مطلب کی طرف لوٹتے ہیں

# خلاصہ مضامین

مذکورہ مختصر مضامین اخوّت۔ حفظانِ صحت۔ اشاعت اور مقاصدِ سیاسیات سے بخوبی ظاہر ہے کہ نماز کا ماحصل مکمل نیکوکاری ہے اور انسان کے لئے نیک بختی ہی پوری آزادی ہے اور آزادی مکمل دارالامان ہے۔ اس لئے آزادی سے بہتر انسان کے لئے دنیا میں کوئی راحت اور نعمت نہیں ہے۔ ایسی آزادی کے مقابلہ میں مالی فراوانی کی بے ثبات آزادی اور پُرامن حالت ہیچ ہے اگرچہ شہنشاہی ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی نیکوکار آزادی کا نام دنیا کی نجات ہے۔

پس ایسی متبرک تعلیمِ نماز کے ہوتے ہوئے اگر انسان اس پر عمل پیرا نہ ہو اور حقوقِ اخوّت کا خوگر نہ بنے اور فرقہ بندیوں کے تعصب میں گرفتار رہ کر ایک دوسرے کو بُری نظروں سے دیکھے تو اس کے حق میں ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ صحبت کے اثرات سے تو حیوانات بھی محبت کے خوگر ہو جاتے ہیں مثلاً منجملہ بدترین حیوان کُتا ہے لیکن جس کے ساتھ رہتا ہے اس سے اس قدر مانوس ہو جاتا ہے کہ مصیبت کے وقت اپنی جان پر کھیل جاتا ہے اور اپنے رفیق کی حتیّ الوسع حفاظت کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ مگر بدمقابل انسان اگر تعلیمِ نماز میں جو سراسر معیارِ صحبت اور محبت و اخوّت کا دارالعلوم اور مخزنۂ الفت و تلطف ہے۔ محبت کا خوگر نہ ہو تو بدترین حیوان ہے کیونکہ انسان کی احسن تقویم کی تعریف سیرتِ نماز کی تعریف سے ہے۔ اور نماز سیرتِ رسول ہے۔ واضح رہے کہ نماز کا ماحصل محبت اور مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال ہے اور یہی اسلام ہے۔ چنانچہ انسانیت کے محسنِ اعظم اور مکارمِ اخلاق کے معلمِ معظم نے ارشاد فرمایا ہے حُفَّ الْاِسْلَامُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنِ الْاَعْمَالِ یعنی گھیر لیا اسلام کو مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال نے۔ چنانچہ ایسے نمازیوں کے حق میں قرآنِ کریم بشارت دیتا

ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ھُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ ترجمہ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ایسے ہی لوگ جنتی ہیں جو ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ ترجمہ۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور جو کچھ بھلائی اپنے لئے پہلے سے بھیج دو گے اس کو خدا کے ہاں پاؤ گے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ ھُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَةِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ ترجمہ۔ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کی ضیافت کے لئے فردوس کے باغ ہونگے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰى صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط ھُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ ترجمہ۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں جو بہشتِ بریں میں ہمیشہ رہیں گے۔ کسی نے نماز کا کیا اچھا ترانہ نظم کیا ہے۔

وقتِ سحر ہے مسلم وقفِ نماز ہو جا — گردن جھکا کے خود بھی گردن فراز ہو جا
اظہارِ عجز کر کے خالق کے آستاں پر — دُنیا کے سرکشوں سے تو بے نیاز ہو جا
صف بندیوں میں پنہاں ملّت کی زندگی ہے — صف میں شریک ہو کر ملّت نواز ہو جا
پھر غزنوی جلالت تیری جلو میں ہو گی — اُٹھ جوشِ بندگی میں مثلِ ایاز ہو جا
بلبل چہک کے تجھ کو پیغام دے رہی ہے — گلزارِ عاشقی میں پامالِ راز ہو جا
تارِ نفس سے نکلیں نغمے عبودیت کے — سوزِ جگر کے دم سے مانندِ ساز ہو جا

آیاتِ آسمانی ترتیل سے سُنا کر　　رِقّت کی جان بن جا روحِ گداز ہو جا
ذوقِ سجود میں ہے ذاتِ خدا کا جلوہ　　جویائے راز بن کر دانائے راز ہو جا

اسی حقیقت میں حضرت علاّمہ سر محمد اقبال فرماتے ہیں ؎

از شریعت احسن تقویم شو　　وارثِ ایمانِ ابراہیم شو
ندارم آں مُسلماں زادہ دوست　　کہ در دانش فزود و در ادب کاست
ادب پیرایۂ نادان و داناست　　خوش آنکو از ادب خود را بیاراست
تا نہ بینی زشت و خوبِ کار چیست　　اندریں نُہ پردۂ اسرار چیست
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کُن　　نکتۂ شرعِ مبیں را خاص کُن
کس نگردد در جہاں محتاجِ کس　　نکتۂ شرعِ مبیں ایں ست و بس
کارِ اقوام و ملل ناید درست　　از عمل بنما کہ حق در دستِ تست
تا ندانی نکتۂ اکلِ حلال　　بر جماعت زیستن گردد وبال
کو نداند از حلال و از حرام　　حکمتش خام است و کارش ناتمام
گر جہاں داند حرامش را حرام　　تا قیامت پختہ ماند ایں نظام
لذتِ ایماں فزائد در عمل　　مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

## توجّہ

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا یہ نماز میں عبادت اور ذکرِ الٰہی کا پہلا شعبہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ احکامِ خداوندی کی تعمیل عین ذکرِ الٰہی ہے اور عدمِ تعمیل سرکشی اور غفلت جیسا کہ اسی حقیقت میں ارشاد ہے قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط اس کے خلاف عام طور پر ذکرِ الٰہی اُسی ذکر کو سمجھا جاتا ہے جو بذریعہ تسبیح وغیرہ اللہ اللہ کیا جائے بلکہ صحیح معنوں میں ذکرِ الٰہی یہی ہے کہ ہر حالت اور ہر فعل میں

خدا کی یاد دل سے نہ بھولے اور اسکے احکام کے مطابق تعمیل کی جائے۔ اسکے خلاف افعالِ ذمیمہ میں مبتلا رہنا ضمیر کے لئے افعالِ ذمیمہ کی غلامی اور خدا کی یاد سے دُوری ہے اور ان افعال سے دل کو پاک کرنا دل کی آزادی اور یادِ الٰہی کا سرمایہ ہے۔ یعنی ان افعال کے مخدوش نتائج سے بری ہو کر دل ہر طرح مطمئن رہ سکتا ہے ورنہ گرفتار ضرور ہے اور کہ یہی حقیقت صحیح معنوں میں قومی ہمدردی اور ملکی خدمت کا معیار ہے پہلے انسان اپنا ہمدرد آپ ہو یعنی اپنے وجود اپنے مال اپنی عزت کا تحفظ بذریعہ ترک افعالِ ذمیمہ کرے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کی قوم اس کا ملک افعالِ ذمیمہ کے نقصانات سے محفوظ ہو۔ یہی سچا امن اور یہی سچی ہمدردی اور سچی آزادی ہے۔ جو اپنا ہمدرد آپ نہ ہو سکے وہ دوسروں کا ہمدرد کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ اپنی ہمدردی کے خلاف قوم یا ملک کی ہمدردی کا دعویٰ سراسر مکر اور فریب کے سوا کچھ نہیں یعنی وہ اس مکر سے اپنی خواہشاتِ نفسانیہ میں مکمل کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان خواہشات کا نصب العین یہ ہے کہ معیشت میں آزادی حاصل کر کے عیش کی زندگی بسر کی جائے اور عیش کا نظریہ زنا اور شراب ہی تعبیر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ موجودہ زمانہ میں یورپ اور ایشیا کی آزادی اور غلامی کا تناسب اسی نظریہ کا محتاج ہے یعنی آزاد ملکوں کو شراب اور زنا کا آزاد عیش نصیب ہے اور غلام ملک اس عیش سے محروم ہیں۔ چنانچہ محروم ملک یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے برابر آزادی حاصل کر کے عیش کی وہی زندگی حاصل کی جائے جو آزاد ملکوں کو حاصل ہے۔ اور اگر اس آزادی میں اس عیش کا نظریہ نہ ہو تو وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں جو صحیح معنوں میں مُلکی اور قومی ہمدردی کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ یہ آزادی ملک اور قوم کی مزید تباہی اور بربادی کا باعث ہے کیونکہ زنا قوم اور ملک کی عورتوں سے ہی ہو سکتا ہے اور عورتوں کا رشتہ مردوں سے باپ بیٹی۔ بھائی۔ بہن اور خاوند بیوی سے ضرور تعلق پذیر ہو گا۔ چونکہ ان رشتہ داروں کی

دل آزاری کے لئے زنا سے بڑھ کر اور کوئی فعل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایسی دل آزار عیش پسند آزادی کو ہمدردی ملک و قوم کی تعریف میں کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے بلکہ دوسرے معنوں میں ایسی آزادی دل آزاری قوم اور بربادی ملک کا سرمایہ ہے جس کا آخر الامر یہی نتیجہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

میں تجھکو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے ۔۔۔ شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

پس بوجوہات صدر پُرامن آزادی اور ملک اور قوم کی سچی ہمدردی کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے باعمل نماز سے بہترین کوئی رہنما نہیں ہے تاہم افسوس کا موقعہ ہے کہ اکثر اہلِ اسلام نماز کے ان فوائد سے محروم ہیں اور برائے نام محض راہ و رسم کی نماز پڑھتے ہیں۔ جیساکہ علامہ سر محمد اقبال، فرماتے ہیں ؎

ور نداری خون گرم اندر بدن ۔۔۔ سجدۂ تو نیست جز رسمِ کہن

اور قرآن حکیم ایسے غفلت شعار نمازیوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ط یعنی جو نمازی باعمل نماز پڑھنے میں غفلت کرتے ہیں وہ دوزخی ہیں اور ان کی نماز محض نمازِ ریا ہے۔ جیساکہ حضرت سعدی اور حضرت اقبال اور عراقی فرماتے ہیں ؎

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز ۔۔۔ کہ بر روئے خلقت گزاری دراز

سجدۂ تو برآورد از دلِ کافراں خروش ۔۔۔ کہ دراز ترکنی پیشِ کساں نماز را

بزمیں چوں سجدہ کردم زِ زمیں ندا برآمد ۔۔۔ کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

اب ناظرین کی توجہ آزادی کے دوسرے شاہکار کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے جس میں نمازِ حضور کا ذکر ہوگا۔ غور سے پڑھیں۔ یہ شاہکار مکمل آزادی حاصل کرنے کا سرمایہ ہے۔ یہاں تک کہ انسان موت کی غلامی اور قید سے نجات پاکر حیاتِ جاوید حاصل کر سکتا ہے۔ اور مکمل آزادی کا یہی آخری زینہ ہے ✤

# دوسرا شاہکار اسرارِ خودی

# اور

# مکمل آزادی

# تمہید اسرارِ خودی

## شرک ماسوی اللہ اور وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کی حقیقت

صفحہ ۳۸ پر بیان ہو چکا ہے کہ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذومعنی ہے منجملہ اللہ کا بندہ کو یاد کرنا ایک ایسی اہمیت سے متعلق ہے کہ اس کا بذریعہ تقریر یا تحریر کما حقہٗ بیان کرنا نہایت مشکلات سے ہے بقول سعدی ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار　　　کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

تاہم بتوفیقِ رب المستعان حسب استعدادِ ناقص حسب ذیل ہدیۂ ناظرین ہے۔

قبل ازیں کہ نماز میں وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کے مشاہدات لکھے جائیں۔ اسکے متعلق ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

**مثال**۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک جوہری نے مرتے وقت اپنے نابالغ لڑکے کو یہ وصیت کی کہ اگر تجھ کو تیری عمر میں ایسا اتفاق ہو کہ تیرے پاس کھانے کے لئے کچھ باقی نہ رہے تو فلاں صندوق میں ایک بیش قیمت ہیرا ہے اُس کو فلاں جوہری کے پاس فروخت کر دینا۔ اس کی قیمت تمہاری تمام عمر کے لئے کافی ہو گی۔ چنانچہ ایک مدت گزرنے کے بعد لڑکے پر وہی زمانہ آیا۔ اور لڑکا وہ ہیرا اُس جوہری کے پاس لے گیا۔ جوہری نے اس ہیرے کو دیکھکر کہا کہ برخوردار یہ ہیرا نہایت قیمتی ہے۔ فی الحال اس کو بدستور رکھ چھوڑ جب وقت آئے گا تو کسی راجہ کے ہاتھ پوری قیمت پر فروخت کر دیا

جائے گا۔ تب تک تو میری دکان پر آکر کام سیکھا کر اور اپنے خرچ کے لئے حسب ضرورت مجھ سے لے لیا کر۔ لڑکے نے اُس کی نصیحت پر عمل کیا اور دکان پر جانا شروع کر دیا۔ ایک مدت کے بعد جب جوہری کو یقین ہو گیا کہ اب لڑکا جوہر شناسی میں کامل ہو گیا ہے۔ تب اُس نے لڑکے کو کہا کہ اب اُس جوہر کے فروخت کا موقعہ ہے۔ کل ہمراہ لے آنا لڑکے نے حسب ہدایت اُس جوہر کو جب ڈبہ سے نکالا تو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ ہیرا نہیں ہے بلکہ کانچ کا ٹکڑا ہے تاہم وہ افسوس کرتا ہوا جوہری کے پاس لے گیا اور کہا کہ میرا والد میرے لئے کانچ کا ٹکڑا رکھ گیا۔ جوہری نے کہا۔ برخوردار تیرے والد کا یہ مطلب تھا کہ تو اس بہانہ سے مجھ سے جوہری کا کام سیکھ لے اور ہمیشہ جواہرات کے منافع سے زندگی بسر کرے تب لڑکے کو اطمینان ہوا۔

یہ مثال نماز میں ولذکر اللہ اکبر کی عین حقیقت ہے یعنی جب تک نماز میں اللہ اکبر کی معرفت حاصل نہ ہو شرک ماسوی سے نجات ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ شناخت فوراً شرک ماسوی اللہ کی تکذیب کو اسی طرح دکھا دیتی ہے جس طرح اُس لڑکے نے عارفِ جوہر ہو کر کانچ کو فوراً پہچان لیا تھا۔ جب تک وہ جوہر شناس نہ تھا کانچ کو ہیرا سمجھتا تھا۔ یہی حالت موجودہ اہلِ اسلام کی ہے کہ معرفت اللہ اکبر نہ ہونے کی وجہ سے شرک ماسوی اللہ میں مبتلا ہیں۔ مثلاً مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہے جو شرک تثنیت میں مبتلا ہے یعنی مادہ اور خدا کی قدامت کا قائل ہے۔ اور ایک گروہ شرک خلا پرستی میں مبتلا ہے۔ اور ایک گروہ شرک ملا پرستی میں مبتلا ہے۔ اور ایک گروہ مسئلہ حلول کا پابند ہے۔ اور ایک گروہ مسئلہ ظِل کو مانتا ہے اور ایک گروہ تعلیمِ نو کے اثرات سے مادہ پرستی کا قائل ہے۔ اور بہت گروہ ایسے ہیں جو غلوِ انسان پرستی سے مشرک ہیں۔ چنانچہ یہ سب اُس لڑکے کی طرح ان شرکوں کو توحید سمجھتے ہیں جس طرح وہ کانچ کو ہیرا سمجھتا تھا۔ چنانچہ معرفت کے مضامین جو اسکے بعد نماز کی حقیقت

میں آئیں گے ان کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ معرفتِ توحید کس قدر دشوار گزار گھاٹ ہے جس کے سمجھنے سے وہ اپنے آپ کو عاجز پائیں گے۔ حالانکہ نماز میں اللہ اکبر کا ذکر ہے جس کا سمجھنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے چونکہ اس حقیقت کا نہ سمجھنا اور اس کے خلاف ایک نظریہ کو توحید خیال کرنا ثابت کرتا ہے کہ جب ان کو معرفت اللہ اکبر حاصل نہیں تو ضرور شرک ماسوی اللہ میں مبتلا ہیں جس کو وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا ہے اطلبوا العلم ولوکان بالصّین یعنی علمِ معرفت اللہ اکبر اگر عرب کے رہنے والوں کو چین میں جاکر حاصل کرنا پڑے تو حاصل کریں۔

اب ناظرین کی توجہ اصلی مطلب کی طرف دلائی جاتی ہے۔

معاندین اسلام کا نماز کی ترکیب قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ پر اعتراض ہے چنانچہ وہ اعتراض کرتے ہیں کہ جو تسبیحات بطور عبادت ان حرکات قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ وہ تسبیحات ان حرکات کے بغیر صرف بیٹھکر بھی پڑھی جاسکتی ہیں اس لئے ان حرکات کی کیا ضرورت ہے۔ اس لحاظ سے یہ حرکات بیہودہ اور بے معنی ثابت ہوتی ہیں۔ اور اگر ان حرکات اور تسبیحات کا باہم تناسب ہے تو معلوم ہونا چاہیئے۔ چونکہ اس اعتراض کا بار اسلام کے ایسے فریضہ پر ہے جس پر اسلام کی اہمیّت کا دارومدار ہے جس کی حقیقت کا انکشاف لازمی ہے۔ اس لئے راقم نے اسکے بیان کرنے میں کسی حد تک جرأت کی ہے۔ امید کہ اسکے متعلقہ مضامین کو ٹھنڈے دل سے بغور ملاحظہ کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ آج تک بنی نوع انسان میں عبادت اور معرفتِ فطرت و فاطر کے لئے نماز سے بہترین نہ کوئی طریقہ تجویز ہوا اور نہ آئندہ ہوسکے گا چنانچہ ہم اس کی تمہید اسلام کے ایک ایسے ممبر کی تحقیق سے شروع کرتے ہیں جس کا وقار آٹھ سو برس سے بلا لحاظ ملک و مذہب ہر دل میں موجود ہے یعنی حضرت سعدیؒ۔ علاوہ ازیں ہر مضمون کی تائید میں مشاہیرِ اسلام اور علامہ عدیم المثال

ڈاکٹر سر محمد اقبال مسلّمہ روزگار کا کلام ثبت ہو گا۔ ہر مضمون اپنے مشاہدہ کا آئینہ ہو گا جس سے بہترین معیارِ صداقت اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ اس لئے مضمون شروع کرنے سے پہلے ترتیب نماز اور فطرتِ انسان کے تناسب پر توجہ دلائی جاتی ہے۔ تا کہ جملہ مضامین مشتمل بر حقیقت نماز اپنی صداقت کا مکمل سرمایہ ثابت ہوں۔

## ترتیبِ نماز اور فطرتِ انسان کے تناسب پر تبصرہ

کمالات فضاء ارضی و سماوی کی اصح تعبیر کے لئے اگر کوئی بہترین سے بہترین لفظ استعمال ہو سکتا ہے تو لفظ فطرت ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہ لفظ اصولِ صرف نحو کے تحت فعل سے منسوب ہے اس لئے یہ لفظ اپنے فاعل فاطر کو ظاہر کرتا ہے۔ علیٰ ہذا اپنے مفعول کی طرف بھی ایماء کرتا ہے اس لئے ظہورِ کائنات بصیغہ مفعول مفطور ہے۔ اس سلاسل میں یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کی فطرت اُن تمام کمالات کا زبدہ ہے۔ جو بحالتِ انفرادی تمام کائنات ارضی و سماوی میں موجود ہیں۔ چنانچہ اصولِ مذاہب کے تحت ہر مذہب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اعلیٰ معرفتِ الٰہی ہے۔ چنانچہ جملہ مذاہب نے اسکی معرفت کے لئے مختلف عبادت کے طریقے تجویز کئے لیکن سب طریقے اپنی تکمیل کا سرمایہ ثابت نہ ہو سکے کیونکہ ان طریقوں میں شائبہ شرک شامل رہا۔ حتیٰ کہ عبادت کے غلط طریقوں نے دنیا میں بے شمار معبود بنائے۔ اور اس وجہ سے بنی نوع انسان میں مذہبی تعصّب بڑھتا گیا۔ آخرش طریقہ عبادت کی صحت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ ہستی کا ظہور ہوا اور اس مبارک ہستی نے انسان کے مقصدِ اعلیٰ کو کامیاب بنانے کے لئے بحکم خدا نماز تجویز فرمائی۔ ذیل میں ہم ترتیب نماز اور تقویمِ انسان کا تناسب بیان کرتے ہیں جس سے ہمارا یہ مضمون پایۂ صداقت کو پہنچے گا۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ تقویم کائنات چار اشکال میں موجود ہے۔ یعنی ایک حصّہ بحالت

قیام موجود ہے اور دوسرا حصہ بحالت رکوع اور تیسرا حصہ بحالت سجود اور چوتھا حصہ بحالت قعدہ۔ اور فطرتِ انسان میں ہر چہار تقویم موجود ہیں (جن کا مفصل ذکر مضامین سیر وجود یا فنا فی الوجود میں آئے گا) گویا انسان جملہ تقاویم کا زبدہ اور سرمایہ ہے۔ اس لئے اصولِ معرفت کے تحت یہ امر لازمی ہے کہ جب تک معرفتِ فطرت نہ ہو معرفتِ فاطر اور معرفتِ مفطور ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ فعل ہی ایک ایسی حقیقت ہے جو فاعل اور مفعول کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ فعل کا کنکشن علمی فاعل اور مفعول سے ہوتا ہے۔ اور فعل کی حقیقت یہ ہے کہ فعل فاعل اور مفعول سے ایک لمحہ جُدا نہیں ہو سکتا۔ چونکہ انسان کی زندگی کا تعلق اسکے فاعل سے ہے۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ پہلے اپنی فطرت کا آشنا ہو۔ تب فاطر و مفطور کی حقیقت کا عارف ہوگا۔ چنانچہ اسی حقیقت میں ارشاد ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنی فطرت کو پہچانا اس نے اپنے رب یا فاطر کو پہچانا۔ پس معرفتِ فطرت کے لئے نماز میں ترتیب قیام۔ رکوع۔ سجود اور قعدہ مرتب ہے۔ اور ان تقاویم میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں۔ وہ معرفتِ فاطر کی عظمتِ لاہوتی پر روشنی ڈالتی ہیں جس کو اصطلاحِ صوفیا میں سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے سیرِ وجود لکھنا ضروری ہے جس سے انسان زبدۂ کائنات ثابت ہو۔ اسی سلسلہ میں حسب حقیقتِ مَظہر و مُظہر یا اعیانِ ثابتہ خارجہ یا خلقی حقی مراتب سیر الی اللہ کا ذکر ہوگا

---

# شاہکارِ اسرارِ خودی

## مشتملہ معارف

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

بہ تطبیق مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ مشرب اقبال میں اسرارِ خودی کے مرادف اصطلاحات سیرِ وجود۔ تلاوتِ وجود۔ سیرِ فطرت ہیں۔ لہذا بسلسلہ حقائق و معارفِ نماز اسرارِ خودی کا افتتاح کلیاتِ سعدی سے کیا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت شیخ کا کلام مسلّمہ ہر روزگار اور مقبولِ خاص و عام ہے۔

## اقتباس از کلیاتِ سعدیؒ

قولہٗ تعالیٰ[1] وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۪ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ؕ

[1] اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا۔ جو ایک محفوظ مقام میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پہنا دیا۔ پھر ہم نے اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

ایں علم خویشتن شناسی است و آنکس را کہ دریں علم نظر نیست ایں حکم[1] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ط در شانِ او واقع شدہ است و جائے دیگر فرمود۔ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ط بگوائے محمد سفر کنید در زمیں و نظر کنید تا چگونہ ابتدائے آفرینش میکند و چگونہ با نتہا میرساند کمینہ داند کہ بقدرتِ او در زمیں پرورش می یابد چگونہ بیخ و بار و شاخ و برگ میکند و محققان گفتہ اند سِيرُوا فِي الْأَرْضِ۔ یعنی در زمینِ وجود خود سیر کُن کہ اگر دمے بقدمِ فکرت گرد عالمِ وجود برآئی از آں بہتر کہ بپائے عالمے پیمائی۔ چنانچہ فرمودست[2] سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ۔ و جائے دیگر می فرماید[3] وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ط غرضیکہ مراد سیرِ عالمِ وجودِ خود است۔

عمرہا در پئے مقصود بجاں گردیدم دوست در خانہ و ما گرد جہاں گردیدم
خود سراپردۂ قدرش ز مکاں بیروں بود آنکہ ما در طلبش کون و مکاں گردیدم
صورتِ یوسفِ نادیدہ صفت میکردند تا میاں آمد و بیعقل و رواں گردیدم
ہمچو بلبل ہمہ شب نعرہ زناں تا خورشید روئے بنمود و چوں خفاش نہاں گردیدم

جس سے صاف ظاہر ہے کہ قادرِ مطلق کی کمال دانائی اور حکمت کے ملاحظہ کرنیکا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنی ہستی میں اس بے مثل حکیم کی حکمت کا ملاحظہ کیا جائے۔ چنانچہ قرآنِ کریم وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ کی تعریف میں نصوص فنا فی الوجود ارشاد فرماتا ہے جن سے ظاہر ہوگا کہ انسان کی تقویم کن کمالات کی زبدہ ہے اسلئے توجہ سے ملاحظہ کی جائیں۔

---

[1] ۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا۔ جو خدا کو بھول گئے۔ انہوں نے تو اپنے آپکو بھلا دیا۔ یہی لوگ خدا سے پھر جانے والے ہیں۔

[2] ۔ عنقریب دکھائیں گے ہم جو کچھ موجودات فرداً فرداً تمام کائنات میں ہے۔ وہ سب تمہارے نفسوں میں

[3] ۔ اور وہ خود بذریعہ۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ تم میں ہے لیکن تم بغیر تعلیم مرشدی نہیں دیکھ سکتے۔

# نصوص فنا فی الوجود مشتمل بر حقیقت فطرتِ انسان

۱- سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۔ ترجمہ۔ قریب ہے کہ دکھائیں ہم نشانیاں جو کچھ آفاق میں ہیں اور ان کی ذاتوں میں تاکہ ظاہر ہو جاوے انہیں کہ تحقیق وہ سچ ہے کیا کافی نہیں تیرا رب وہ جو سب چیزوں پر شہید ہے آگاہ ہو جاؤ۔ کہ جو لوگ اپنے رب کے دیدار سے شک میں ہیں آگاہ ہو جائیں کہ وہ سب چیزوں پر محیط ہے۔ (اس آیہ میں سیر وجود اور سیر الی اللہ کی حقیقت ارشاد ہے)۔

اے آنکہ تراست ملک اسکندر و جم      از حرص مباش در پئے نیم درم
عالم ہمہ در تُست ولیکن از جہل      پنداشتۂ تو خویش را در عالم

۲- وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۔ ترجمہ۔ اور زمین میں نشانیاں ہیں۔ کانیں۔ نباتات حیوانات اور تمہاری ذاتوں میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے حالانکہ تم میں کمال صنعت کا مشاہدہ ہے یعنی عالم میں کوئی چیز نہیں جو تمہاری ذات میں نہ ہو اور آسمانوں میں ہے تمہاری روزی اور وہ بھی ہے جس کا وعدہ دیا ہے یعنی لقا پس قسم آسمان اور زمین کے رب کی کہ جو کچھ روزی کے حال میں مذکور ہوا وہ بالکل سچ ہے۔ (اس آیہ میں سیر وجود اور اور سیر الی اللہ کی حقیقت ہے)۔ حقائق سلمی میں ہے کہ جو کوئی یہ نشانیاں اپنی ذات میں نہ دیکھے اور اپنے صفحۂ وجود میں قدرت کے آثار مطالعہ نہ کرے اُسنے اپنا آپ ضائع کیا

جہاں انسان و انسان شد جہانے      ازیں پاکیزہ تر نہ بود بیانے

چیست انساں یکے طلسم عجیب — در جہاں او درونِ او دو جہاں

۳- وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ ترجمہ۔ اور حکم میں کر دیا تمہارے واسطے ۔ یعنی تمہارے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور یہ سب کچھ اسی سے ہے اسکے غیر سے نہیں۔ تحقیق بیچ اسکے (یعنی انسان کے) نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو فنا فی الوجود میں فکر کرتے ہیں۔ اس آیہ شریفہ میں سیر وجود اور سیر الی اللہ کی حقیقت صاف ظاہر ہے

آدمی چیست برزخِ جامع — صورتِ خلق و حق درو لامع
متصل با دقائقِ جبروت — مشتمل بر حقائقِ ملکوت

۴- قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ط ترجمہ۔ کہو اے محمد صلعم سفر کرو زمین میں اور دیکھو کس طرح اللہ تعالے ابتدائے آفرینش کرتا ہے اور کس طرح انتہا کو پہنچاتا ہے یعنی سیر وجود کرو۔

(زبور)

تو می گوئی مرا از خود خبر کن — چہ معنی دارد اندر خود سفر کن
ترا گویم کہ ربطِ جان و تن چیست — سفر در خود کن و بنگر کہ من چیست
سفر در خویش؟ زادن بے اب و مام — ثریا را گرفتن از لبِ بام
سفر اندر حضر کردن چنیں است — سفر از خود بخود کردن ہمیں است
زِ ماہی تا بمہ جولانگہِ ما — مکان و ہم زماں گردِ رہِ ما
نقاب از ممکناتِ خویش برگیر — مہ و خورشید و انجم را بہ بر گیر
دو گیتی را بہ خود باید کشیدن — نیاید از حضورِ خود رمیدن

۵- وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط ترجمہ۔ اور روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے یعنی فنا فی الوجود کی حقیقت سے رزق عطا کرتا ہے۔

سعدیؔ غرض از حقہ ترتن آیہ حق است — صد تعبیہ در تست یکے باز نجستی

۶۔ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ۔ ترجمہ۔ وہی ہے جو دکھاتا ہے تجھکو نشانیاں اور نازل کرتا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی مگر نہیں ذکر کرتے ان نشانیوں کا مگر وہ جو پھرتا ہے خدا کی طرف۔ (اس آیہ میں سیرِ وجود اور سیر الی اللہ کا ذکر صاف ہے)

چند بینی صورت اے صورت پرست ہر کہ معنی دید از صورت برست
دیدۂ صورت پرستی را بہ بند تا شوی در نورِ معنی بہرہ مند

۷۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ ترجمہ۔ کیا نہیں دیکھتے ہو تم بے شک اللہ نے مسخر کر دیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے اور پوری کر دیں تم پر نعمتیں اپنی ظاہر اور پوشیدہ (اس آیہ شریفہ میں مکمل اظہار سیرِ وجود ہے)۔

گنجیست دریں خانہ کہ در کون نگنجد آں گنج خراب از پئے ایں گنج نہانست
فی الجملہ آنکس کہ دریں خانہ رہے یافت سلطانِ زمین ست و سلیمانِ زمانست

۸۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۔ ترجمہ۔ پیدا کئے آسمان اور زمین ساتھ حق کے اور تصویر بنائی تمہاری پھر نہایت اچھی کیں تمہاری صورتیں اور اسکی طرف ہے بازگشت۔

بخدا جمالِ خود را چوں آئینہ بہ بینی بُتِ خویش ہم تو باشی بہ کسے گذر نداری

۹۔ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ ترجمہ۔ کہہ اے محمد صلعم کون روزی دیتا ہے تم کو آسمانوں سے اور زمین سے یا کون ہے کہ مالک ہے سُننے کا اور دیکھنے کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور کون نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا

ہے ہر کام کی (یہاں مُردہ اور زندہ کا ذکر اس آیہ کی حقیقت ہے) اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ط یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ط ترجمہ۔ بیشک اللہ پھاڑنے والا ہے بیج کا اور پھاڑنے والا گٹھلی کا کہ اس سے درخت نکالتا ہے زندہ مُردہ سے اس میں مُردہ اور زندہ کا تناسب گٹھلی مُردہ اور اس سے درخت کا ظہور زندہ ہے (آیہ شریفہ میں سیرِ وجود اور سیر الی کا مشاہدہ ہے)۔

اے خاک چہ خوش طینت قابل داری — گلہائے لطیف ست کہ در گِل داری
درمخزنِ کُنْتُ کَنْزًا ہر گنج کہ بود؟ — تسلیمِ تو کردند کہ در دِل داری

۱۰۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ط ترجمہ۔ اللہ بہت بڑا بزرگ ہے انسان جیسی بہترین مخلوق پیدا کرنے والا احسن الخالقین کی تعریف یہ ہے کہ انسان کے واسطے تمام چیزیں پیدا کیں اور انسان کو اپنی محبت اور معرفت کے لئے پیدا کیا۔ چنانچہ انسان کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا کا بھید ہے)۔

بر ورق روئے تو لطفِ خُدا — آیتِ حسن است کہ تحریر کرد

نوٹ۔ نصوص فنائی الوجود کی مکمل صداقت کے لئے ترجمہ میں محقق عارفین کاملین کے اشعار موجود ہیں۔

## حسب نصوص سیرِ وجود یا فنائی الوجود فطرتِ انسان کا مشاہدہ

اوپر کی آیات کی حقیقت معارف صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں نظامِ شمسی اور زمین میں عجائبات موالید موجود ہے۔ ان سب کا نسخہ کامل انسان ہے جسکی حقیقت کا راز مختصراً مشتِ نمونہ بیان کیا جاتا ہے جس سے بہت کچھ پتہ چل سکے گا کہ انسان جملہ کائنات کے کمالات کا آخری سرمایہ ہے ؎

بے خبر تو جوہرِ آئینۂ ایّام ہے — تُو زمانہ میں خدا کا آخری پیغام ہے

# اسرار فنافی الوجود یعنی قانونِ فطرتِ انسان

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط کے مطابق مشاہدہ نمبر (۱)

حسب نصوص قرآن فنافی الوجود اس کو کہتے ہیں کہ جو کچھ کائنات ارضی وسماوی میں موجود ہے۔ وہ سب انسان کے وجود میں فنا ہے یعنی انسان تمام کائنات کا مجسم نسخہ کامل ہے جس کا قدرتاً عمل اس طرح ہے کہ اجرامِ فلکی سورج۔ چاند۔ سیارے ثوابت ثواقب اور بروج جن کا مفصل ذکر علمِ طبعی۔ فلسفہ۔ طب۔ ہیئت۔ نجوم جوتش وغیرہ میں موجود ہے۔ ان سب کے اجسام ارضی یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات اور اربعہ عناصر سے تعلقات فائض و مستفیض حسب حیثیت ہر واحد حقیقت سے ایسے ہیں جیسے مقناطیس کے لوہے سے یا کششِ حسن کے عشق سے یعنی جملہ اجرامِ فلکی کے اثرات ہر وقت موجوداتِ ارضی میں ساری اور مؤثر ہیں۔ مثلاً منجملہ چاند اور سورج کی روشنی تمام موجوداتِ ارضی پر اپنی تمام تعریفوں اور خوبیوں یعنی روشنی حدت لذت۔ خوشبو۔ جملہ رنگ وغیرہ جو کرنوں میں چمکتے ہیں ہر ایک موجودات کو اس کی حقیقت کے مطابق مؤثر کرتے ہیں یعنی ہر چیز ارضی اپنی ہستی کا فائدہ سورج چاند سے حاصل کرتی ہے۔ علیٰ ہذا نظامِ شمسی بروج وسیارگان وغیرہ کے اثرات اجسامِ ارضی سے شیر و شکر کی طرح باہم حلول فائض و مستفیض ہیں۔ چنانچہ علمِ طب ہر ایک ارضی موجودات کا تعلق اجرامِ فلکی سے اس طرح بیان کرتا ہے۔ کہ سونے کا سیّارہ شمس ہے اور چاندی کا سیّارہ قمر۔ علیٰ ہذا جملہ کائنات بلندی و پستی کا باہم تعلق ہے۔

پس آسمانی طاقتیں موجوداتِ زمین سے بہ حیثیت جذباتِ مقناطیسی ہیں۔ جس کو مکرر وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے یعنی اثرات اجرام فلکی جمادات میں ساری ہیں اسلئے جمادات دو طاقتوں کی جامع واحد جنس ہے۔ ایک بذاتِ خود اور دوسرے اس میں

اثراتِ سماوی۔ اسی طرح جمادات فائض اور مستفیض حقیقت سے نباتات سے متوصل ہے چنانچہ علمِ طب اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ ہر نبات میں ایک جماد کی شمولیت ہے کسی میں لوہا کسی میں چاندی کسی میں تانبہ کسی میں سونا کسی میں پارہ وغیرہ۔ مثلاً گندم میں چاندی اور اس کا سیّارہ مشتری۔ نخود میں تانبہ اور اس کا سیّارہ شمس۔ میتھی میں تانبہ اور اس کا سیّارہ مشتری۔ پالک میں لوہا اور اس کا سیّارہ قمر۔ علیٰ ہذا اور سب جس سے حسب قانونِ قدرت ثابت ہے کہ نباتات تین طاقتوں کی زبدہ ہے یعنی اثرات اجرامِ فلکی۔ اثرات جمادات اور بذاتِ خود اس لئے یہ بہ نسبت جمادات نشوونما لطافت اور رنگ و بو میں زیادہ ذی روح ہے۔

اب اِس سلسلہ کو حیوانات میں دکھایا جاتا ہے۔ چونکہ نباتات بالعموم حیوانات کی غذا ہے۔ اس لئے ان میں ان کے استعمال سے فلکی اثرات۔ اثراتِ جمادات۔ اثراتِ نباتات جمع ہیں اور چوتھا وہ خود۔ اس لئے حیوانات۔ جمادات اور نباتات سے زیادہ ذی روح اور حُسن و عشق میں نمایاں ہیں۔

اب رہا انسان یہ تمام کائنات علوی سفلی یعنی ارضی سماوی اور اسمائی صفاتی کا زبدہ اور مظہرِ اتم اور کتاب المبین ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ ۞ وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ
وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ ۞ بِاَحْرُفِهٖ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ

یعنی انسان ہر طرح کا اناج ہر قسم کی ترکاریاں جملہ اقسام کے میوے اور جملہ وہ اشیاء جو ہر روز بطور غذا استعمال ہوتی ہیں سب کا زبدہ ہے۔

مشاہدہ نمبر ۲۔ علاوہ ازیں وہ اقسام نباتات جو بلا واسطہ استعمال نہیں کی جاسکتیں وہ بالواسطہ استعمال میں آتی ہیں یعنی ان کو گائے۔ بھینس بکری وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور ان کا جوہر لطیف گھی۔ دودھ۔ دہی کے ذریعہ انسان کے استعمال میں آتا ہے

مشاہدہ نمبر ۳۔ ان کے علاوہ جو اشیاء حیوانی واسطے سے استعمال نہیں ہوتیں وہ حسب منشاء طب ادویہ کی ترکیب سے استعمال میں آتی ہیں۔

مشاہدہ نمبر ۴۔ قسم جمادات اگرچہ نباتات میں بھی موجود ہے۔ تاہم لوہا۔ چاندی سونا۔ پارہ۔ گندھک۔ ہڑتال۔ شنگرف۔ سنگ یشب وغیرہ وغیرہ حسب ضرورت بطور ادویہ اندرونی یا بیرونی ترکیب سے بلاواسطہ استعمال کئے جاتے ہیں جس کی تصدیق میں علمِ طب مسلّمہ ہے۔

مشاہدہ نمبر ۵۔ حیوانات کا استعمال دو طرح پر ہے بالواسطہ اور بلاواسطہ بالواسطہ ان کا دودھ۔ دہی۔ گھی اور بلاواسطہ ان کا گوشت۔

مشاہدہ نمبر ۶۔ جیساکہ اوپر جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کا باہم توصّل اور کنکشن بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اربعہ عناصر مٹی۔ پانی۔ آگ۔ ہوا۔ ان جملہ موالید سے تعلق پذیر ہے۔ مثلاً جملہ اقسام نباتات کی زندگی ایک خاک کے ذرہ میں موجود ہے جس کے متعلق عام مشاہدہ ہے کہ ایک کھیت میں جو دانہ بو دیا جاتا ہے وہ دانہ اس میں ظہور پکڑتا ہے یعنی کسان کھیت کے ایک حصّہ میں گندم بو دیتا ہے دوسرے حصّہ میں نخود تیسرے حصّہ میں چارہ سینجی یا ان کو ملا کر یعنی گندم اور نخود اور سینجی اور سرسوں دیا یکے بعد دیگرے ہر قسم کے اناج ترکاریاں بوتا ہے اور وہ سب کے سب ایک کھیت میں نشو ونما پاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے ہمراہ ہر قسم کا گھاس دیگر جڑی بوٹی پرورش پاتی ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ذرّہ خاک میں تمام نباتات کی نیرنگی موجود ہے اور ہر ایک ذرّہ میں اربعہ عناصر موجود ہے۔ چنانچہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ آگ سے ہوا بن جاتی ہے۔ دیکھو جب شعلہ آگ کا بلند ہوتا ہے ہوا ہو جاتا ہے اور ہوا آگ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آہنگر کی جھونکن سے ہوا آگ ہو جاتی ہے پانی ہوا بن جاتا ہے جیساکہ چادر پانی سے تر کرکے ہوا میں ہلاؤ خشک ہو جائے گی

یعنی پانی ہوا ہو کر ہوا میں مل جائے گا۔ ہوا[۱] پانی ہو جاتی ہے جیسا کہ عرق نکالنے سے بخوبی ثابت ہے۔

المختصر ان سب مختلف موجوداتِ ارضی و سماوی کا باہم بالواسطہ اور بلاواسطہ ایسا تعلق و توصل ہے کہ ہر مخلوق ہر وقت باہم فائض و مستفیض حقیقت سے معمور ہے اور ان سب کا زبدہ اور ظہور اتم انسان ہے۔ راقم نے اس پر چند اشعار لکھے ہیں

شانہٗ سُبحان کیا ہی شان ہے — خاک کے ہر ذرہ میں صد جان ہے

ہر صفت ہے وحدہٗ اور لاشریک — حُسنِ کامل ہر صفت ہر آن ہے

وصف رحماں ہے رحیمی ہیں عیاں — نکتہ داں[۱] یہ مطلعِ قرآن ہے

ہر مکاں ہے لامکاں بے ضد و مثل — بے دلیل و بے گماں آلان ہے

لا الہ الا سے ہو تو خود نفی — کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً انسان ہے

ساقیا مے کر عطا دو آتشہ — دو جہاں[۲] ہونے کو اب قربان ہے

میر جب سے رازدارِ میر ہے — رازِ مخفی منکشف فی الشان ہے

الغرض انسان ظہور اتم ہونے کی عظمت اور فضیلت سے ہی تمام کائنات میں اشرف المخلوقات ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت مآب مخلوق نہیں اور یہ وہ ہستی ہے کہ جس کو وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا کے مرآت سے معرفتِ الٰہی کی قابلیت اور اہلیت عطا ہوئی ہے۔ چنانچہ راقم نے حضرتِ انسان کی تعریف میں قصیدہ لکھا ہے۔

بنامِ حضرتِ انسان نامے — کہ در وصفِ خودش عالی مقامے

بہ نعتِ رحمت اللعالمینے — بہ مدح کُنتُ کَنزاً اشد امینے!

شہادت احسنِ تقویم انساں — ز قدرت کاملہ موصوف ذیشاں

ز خورشیدِ جہاں بالا درخشاں — ز انوارِ تجلی ہائے یزداں!

---

۱۔ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۲۔ یعنی لا کون و مکاں وَلَا اَنَا اِلَّا ھُوْ

کز و روشن شدہ انوارِ عالم | وز و تنظیم اخلاقیت قائم
خطابِ اشرف المخلوق حاصل | ضیائے حُسن از وے شد مکمل
وجودِ ایں مکمل از جہانے | جہاں اکمل ز ہستی اش میانے

## مشاہدہ نمبر ۳

## ہر چیز انسان میں بحیثیت عالم اجسام کس طرح فنا فی الوجود ہوتی ہے

(الف)۔ جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سماوی اثرات ہر ارضی اشیاء سے بحیثیت یکتائی ہر وقت موثر اور ساری ہیں اور سب کا آخری مظہر انسان ہے۔ چنانچہ جو چیز بذریعہ غذا استعمال کی جاتی ہے۔ وہ چوتھے ہاضمہ میں انسان کے وجود میں اپنے اپنے عنصر اور عضو سے مل جاتی ہے جس طرح ہر ایک خط اپنے پتہ پر مکتوب الیہ کو پہنچ جاتا ہے اور اس پر اپنے مندرجہ حالات واضح کرتا ہے۔ اسی طرح حقیقتِ جمادات ہڈیوں اور پٹھوں وغیرہ کی جزوِ بدن بن جاتی ہے اور حقیقتِ نباتات بالوں سے تناسب پذیر ہے۔ چونکہ حقیقتِ حیوانات میں سماواتی جماداتی۔ نباتاتی اثرات شامل ہیں اسلئے وہ اپنی اپنی حقیقت سے کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ عَلٰی اَصْلِہٖ کے مطابق توصل پذیر ہوتی ہیں۔ جیساکہ عام طور پر مشہور ہے کہ نباتات میں سے کاسنی اور جمادات میں سے لوہا اور حیوانات میں سے کلیجی کا گوشت جگر کے لئے مفید اور جزوِ جگر ہوتا ہے۔ اسی طرح دماغ کے لئے مونگا اور لوزمات اور مغز حیوانات جزوِ دماغ ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ علیٰ ہذا طاقتِ سماعت سماعت میں قوّتِ بصارت بصارت میں حقیقتِ شامہ شامہ میں اور قوّتِ ذائقہ ذائقہ میں اور لمس لامسہ میں جس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

(ب)۔ جس طرح سفلی اثرات ہر سفلی عضو کے جُزوِ بدن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح علوی اثرات انسان کے علوی حصص میں روشن ہوتے ہیں۔ مثلاً حواس ظاہری

اور باطنی سماوی حقیقت کی روشنی ہیں۔ اور حواسِ خمسہ ظاہری یہ ہیں سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ چنانچہ ان کی حقیقت فنا فی الوجود کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔

## فنا فی الوجود کی حقیقت سے حقیقتِ ذائقہ کا مشاہدہ

نوکِ زبان تمام جہان کی ہر قسم کی لذتوں کی کسوٹی ہے جس سے ثابت ہے۔ کہ زبان بلحاظ فنا فی الوجود تمام جہان کی لذات کی کائنات ہے اور ہر ایک لذت اپنی لذت کو محسوس کرتی ہے۔ علاوہ ازیں زبان بلحاظ صوت ہر ایک چیز کی ریڈیو اور بلحاظ زباندانی کل زبانوں کا کتب خانہ ہے اور بلحاظ راگ تمام راگوں کے گراموفوں کی سوئی ہے

## فنا فی الوجود کی حقیقت سے حقیقتِ شامہ کا مشاہدہ

ناک ہر ایک بُو کو امتیاز کرتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ ناک تمام کائنات کی بُو کا بلحاظ فنا فی الوجود خزانہ ہے۔ اور ہر بُو اپنی بُو کو خود احساس کرتی ہے۔

## فنا فی الوجود کی حقیقت سے حقیقتِ باصرہ کا مشاہدہ

آنکھ ہر صورت کو اس کی صحیح تقویم میں دیکھتی ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صورت پردہ آنکھ میں آپ ہی جلوہ گر ہے گویا ہر چیز اپنی شکل کا مشاہدہ آپ ہی کرتی ہے۔

## فنا فی الوجود کی حقیقت سے حقیقتِ سامعہ کا مشاہدہ

قوتِ سامعہ سے کان میں تمام کائنات کی آوازیں متمیز ہوتی ہیں گویا کان تمام آوازوں کا ریسیور اور ریڈیو ہے۔

---

## فنافی الوجود کی حقیقت سے قوتِ لامسہ کی حقیقت کا مشاہدہ

سر سے پاؤں تک جسم کا ہر حصہ ہر چیز کو چھونے کی معلومات سے اسکے کوائف گرم سرد دُبلا پتلا پن وغیرہ کو بخوبی ثابت کرتا ہے گویا احساس اجسام کے لحاظ سے جسم مجموعہ احساس ہے

## فنافی الوجود کی حقیقت سے بارہ بروج سماوی کا مشاہدہ

بارہ بروج انسان کے وجود میں اس طرح مشابہت رکھتے ہیں۔ سر حمل۔ ثور گردن۔ جوز بازو۔ سرطان سینہ۔ اسد دل۔ سنبلہ رودہ۔ میزان ناف۔ عقرب جگر۔ قوس ران۔ جدی زانو۔ دلو ساق۔ حوت کفِ پائے۔

## فنافی الوجود کی حقیقت سے ہفت ستارہ سماوی کا مشاہدہ

ہفت ستارہ اس طرح مشابہ ہیں۔ خورشید دائیں آنکھ۔ قمر بائیں آنکھ۔ زہرہ پتا۔ مشتری جبین۔ مریخ گردہ۔ زحل تلی۔ عطارد دماغ۔

## دیگر فنافی الوجود کے حقائق میں مشاہدات

علاوہ ازیں (۳۶۰) پارہ استخوان کوہار زمین کی مانند ہیں۔ اور ۳۶۰ رگہا مانند جوئہاء کلاں کے ہیں اور شکم مانند دریا کے ہے۔ اور چودہ اعضاء مانند چودہ طبق آسمان و زمین کے ہیں اور طفلی مانند موسم بہار کے ہے اور جوانی مانند موسمِ گرما کے ہے اور پیری مانند سرما کے ہے وغیرہ۔

# مشاہدہ نمبر ۸

## فنائی الوجود کی حقیقت میں حواس خمسہ باطنی کا مشاہدہ

حواس خمسہ باطنی یہ ہیں۔ خیال۔ حافظہ۔ واہمہ متصرفہ۔ حس مشترک یہ پانچوں حواس دماغ کی حقیقت ہیں۔ اور یہ پانچوں تعریفیں علوی اثرات بروج و سیارہ وغیرہ کی روشنی اور ظہور ہے۔ چنانچہ ان پانچوں حواس میں جملہ علوم ریاضی۔ طبعی۔ ہیئت۔ طب۔ فلسفہ سیاست۔ ادیان۔ موسیقی۔ صنعت و حرفت۔ کیمیا۔ ریمیا۔ سیمیا وغیرہ وغیرہ اسی لئے روشن ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس وجود میں بھی موجود ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی معلومات حواس خمسہ باطنی میں جن کا آلہ دماغ ہے عالمِ مثال کی تعرلف میں موجود ہے اور فنائی الوجود کی تعریف میں اس طرح روشن ہے۔ جس طرح لیمپ کی بتی میں تیل روشن ہوتا ہے یا مہتابی جلانے سے ہر ایک مرکبہ چیز کے رنگ ہرا۔ پیلا۔ زرد۔ سفید وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان ہر ایک علم کا جو دُنیا میں علم کی تعریف میں موجود ہے روشن آفتاب ہے اور اسکے دماغ کے سوا بیّن علوم کے لئے کائنات میں اور کوئی مخلوق یا آلہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے انسان تمام جہان کی اُم الکتاب اور کتابُ المبین ہے اور عالم کبیر ہے اور فنافی اللہ کے مقام واحدیت میں لوح محفوظ ہے جس پر کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھا ہوا ہے جو مرتبہ واحدیت کی حقیقت میں اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کی حقیقت ہے اور اسی حقیقت سے خلیفۂ حق ہے اور اشرف المخلوقات ہے۔

چیست انساں یکے طلسم عجیب — در جہاں او درونِ او دو جہاں

جہاں انسان و انساں شد جہانے — ازیں پاکیزہ تر نہ بود بیانے

سر محمد اقبال فرماتے ہیں ؎

صد جہاں در یک فضا پوشیدہ اند — مہر ہا در ذرّہ ہا پوشیدہ اند
از شعاعش دیدہ کُن نا دیدہ را — وا نما اسرار نا فہمیدہ را
تابش از خورشید عالمتاب گیر — برقِ طاق افروز از سیلاب گیر
ثابت و سیارۂ گردوں وطن — آں خداوندانِ اقوامِ کہن
ایں ہمہ اے خواجہ آغوشِ تو اند — پیش خیز و حلقہ در گوشِ تو اند
جستجو را محکم از تدبیر کُن — انفس و آفاق را تسخیر کُن
چشمِ خود بکشا و در اشیاء نگر — نشہ زیرِ پردۂ صہبا نگر
بجاں پوشیدہ رمزِ کائنات است — بدن حالے زِ احوالِ حیات است
حقیقت روئے خود را پردہ باف است — کہ او را لذتے در انکشاف است

## فنا فی الوجود کی حقیقت میں مشاہدہ نمبر ۹

فطرتِ انسان میں قانونِ قدرت کی کیمیائی جو فنا فی الوجود کی حقیقت میں اوپر بیان ہو چکی ہے اس میں سراسر عملی مشاہدہ ہے اور ایک بال برابر افترا و اختراع نہیں بلکہ جو کچھ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ بجملہ مُشتِ نمونہ مختصراً ہے تاہم مزید توجہ دلائی جاتی ہے کہ فطرت فنا فی الوجود حاصل کرنے میں یونان۔ یورپ اور ہند کا طبّی فلسفہ دنیا کے ہر ایک حصہ میں اس قدر بکثرت موجود ہے۔ کہ اگر تمام عمر مطالعہ کیا جائے تو ختم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس حقیقتِ نامتناہی کی تحقیقات میں ہنوز روزِ اول ہی ہے۔ چنانچہ یورپ والے اسکے متعلق ہر روز مزید نئی معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ انسان کی مشینری کے رگ و ریشہ کے مطالعہ کے لئے کم از کم پانچ سالہ کورس ہے جو بلا تردد آلات متعدی صرف کُن فیکاں کی حقیقت کا ادنےٰ کرشمہ ہے جس میں لاکھوں بے مثل کمالات معمور اور

منور ہیں۔ بر طبق اس کی اہمیت پر سرسری نظر سے توجہ دلائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ انسان کی مشینری میں تمام کائنات کن خوبیوں سے کام کر رہی ہے یعنی اسکے اندر کس خوبی سے ہاضمہ کی بھٹیاں چل رہی ہیں اور کس کمال دانائی کے ساتھ مکینیکل عمل میں جسم کی نہایت خوبصورت مصوّری ہو رہی ہے اور اسکے اندر تمام جہان کی علمی روشنیاں جگمگا رہی ہیں۔ یعنی سیاسی فلسفوں اور قوانین کے گیس روشن ہیں طبی معلومات کے لیمپ جل رہے ہیں۔ سائنس کے بلب نہایت تیز روشنی سے روشن ہیں۔ مذہبی تہذیب واخلاق کے کافوری شمع اپنا کام کر رہے ہیں۔ تجارت کے چراغ اپنی روشنی میں معمور ہیں۔ صنعت وحرفت کے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ ہوا بیمائی کی آتشبازی بلند پروازی کر رہی ہے۔ دریا نوردی کے انجن دہک رہے ہیں۔ دشت نوردی کی بتیاں ٹمٹماتی ہیں۔ جوتش ونجوم کے سیالے چمک رہے ہیں۔ حسن وعشق کے فسانہ کھل رہے ہیں۔ خدا پرستی کی سرشاریاں۔ صنم پرستی کی خماریاں چڑھ رہی ہیں۔ غرضیکہ عرش سے فرش تک ہر ایک بستی اس کے اندر بس رہی ہے۔ لیکن انسان کو اپنے کمالات کا کچھ اندازہ نہیں۔ کبھی بھولے سے بھی اس نے اپنی طرف نہیں دیکھا۔ چونکہ انسان جو قدرتی سینما کا مظہر ہے۔ اپنے سینما سے غافل ہے۔ اس لئے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ کے ارشاد سے اپنے سینما کے مشاہدہ کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے تاکہ اپنے بے مثل عالمتاب خوبیوں کو دیکھے اور اس سینما کے موجد یا صانع کی عظمت وقدرت کا اندازہ کر سکے۔ کیونکہ ہر صنعت اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنے صانع کی دانائی کا مجسمہ ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ سینما کی تعریف بھی اس کی خوبیوں سے مخصوص ہوتی ہے اور قابلِ تعریف ہوتی ہے۔ ؎

سعدی غرض از خفۂ تن آیۂ حق است
صد تعبیہ در تست یکے باز نجستی

# توجّہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ سیرِ وجود کی حقیقت میں جس قدر نصوصِ قرآن پہلے لکھی جا چکی ہیں ان میں سیرِ وجود اور سیر الی اللہ دونوں شامل ہیں۔ چنانچہ یہاں تک جو کچھ بیان ہوا۔ اصطلاحِ صوفیا میں اس حصّہ کو سیر وجود سے منسوب کیا ہے۔ اور اس سیر کے تین عوالم معروف بہ خلقی مراتب ضبط کئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عالمِ اجسام۔ عالمِ مثال۔ عالم امر۔ اور سیر الی اللہ کو تین حقی مراتب میں منضبط کیا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ واحدیت۔ وحدت اور احدیت۔ چونکہ آیات محولہ کے مطابق جس طرح سیر وجود بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح سیر الی اللہ بیان کرنا ضروری ہے تاکہ آیات کی شرح پایہ تکمیل کو پہنچے۔ اس لئے اس مضمون کو مراتب مذکورہ کی حقیقت میں بیان کیا جاتا ہے کیونکہ ان مراتب کے سوا سیر الی اللہ کا اور کوئی معیار نہیں ہے۔

## توحیدِ فطرت اور مراتب سبع مثانی مشتمل بر معارف سیرِ وجود اور سیرِ الی اللّٰہ

## سیر فطرت نزول سے عروج کی طرف

چونکہ سلسلہ مضمون سیر وجود سے تعلق پذیر ہے اس لئے سیر فطرت مراتب نزول سے لکھے جاتے ہیں۔

پہلا مرتبہ مشتمل بر ظہور صور کثیفہ موسوم بہ عالم اجسام انسانیہ یعنی بال۔ پوست۔ گوشت ہڈیاں۔ پٹھے۔ خون۔ رطوبت۔ ریح وغیرہ۔ دوسرا مرتبہ مشتمل بر ظہور صور لطیفہ موسوم بہ عالمِ مثال انسانیہ یعنی قلب انسان پر جملہ علوم بشکل لطیف ممثل اور متصوّر ہوتے ہیں تیسرا مرتبہ مشتمل بر ظہور قضائے احکامِ الٰہی موسوم بہ عالمِ امر جس سے عالمِ اجسام اور عالمِ

مثال مستنیر ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت میں علاّمہ صاحب فرماتے ہیں ؎

هر آں چیزے که آید در حضورش — منوّر گردد از فیضِ شعورش
بخلوت مست و صحبت ناپذیر است — ولے ہر شئے زِ نورش مستنیر است
نخستیں می نماید مستنیرش — کند آخر بآئینے اسیرش
شعورش با جہاں نزدیک تر کرد — جہاں او راز رازِ او خبر کرد
خودی او را بیک تارِ نفس بست — زمین و آسمان و مہر و مہ بست
بجاں پوشیدہ رمزِ کائنات است — بدن حالے زِ احوالِ حیات است
حقیقت روئے خود را پردہ باف است — که او را لذتے در انکشاف است

چنانچہ قرآن کریم عالمِ امر کی تعریف اس طرح فرماتا ہے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ مزید ارشاد ہے وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ نیز ارشاد ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ اس لئے عالمِ امر عالمِ ارواح ہے اور حیاتِ کائنات کا سرمایہ ہے۔ چونکہ امر بصیغہ فعل اپنے فاعل آمر سے لازم و ملزوم تعلق پذیر ہوتا ہے۔ اس لئے عالمِ امر کا آمر مرتبہ واحدیت ہے بلحاظ مشاہدہ عالمِ امر وہ حرکت ہے جس میں آمر کے جملہ افعال متحرک ہیں۔ اس لئے تمام کائنات ارضی و سماوی کی نشوونما مشتملبر عالمِ اجسام و عالمِ مثال فضائے امر میں ہے یعنی ہر چیز حسب حیثیت جملہ امور متعلقہ میں متحرک ہے اور ذی روح ہے۔ اس لئے چوتھا مرتبہ واحدیت فضائے متحرک کا آمر ہے اور یہ مرتبہ صفات الٰہیہ سے منسوب ہے جس میں صفت یُحْیِیْ بمعہ صفات متعلقہ موجود ہے۔ چونکہ مرتبہ صفات کے لئے مرتبہ ذات لازمی ہے اس لئے مرتبہ صفات کا پانچواں مرتبہ وحدت ہے جس کی حقیقت حَیُّ الْقَیُّوْمُ بمعہ صفات ہے چونکہ مرتبہ ذات بمعہ اوصاف و افعال اپنی یگانگت لئے ہوئے مثلی اور یہ ہمتائی ہیں

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کی شان میں احدیت چھٹا مرتبہ ہے۔ اس لیے یہ وہ مرتبہ ہے کہ جہاں ادراکات۔ قیاسات۔ اعتبارات۔ اضافات۔ اختراعات عاجز اور مرتفع ہیں اور وجود کی تمام آلائشوں اور کدورتوں سے بہ صفت اللّٰہُ الصَّمد پاک اور منزہ نورٌ علیٰ نور ہے اور یہ سلسلہ مراتب اسی مرتبہ کی شان ثم استویٰ علی العرش ہے اور اسی مرتبہ کی شان میں کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً الاٰن کما کان ارشاد ہے۔

تصوفِ اسلام کے تحت یہ مراتب بمنطبقِ قرآن رازِ حیات کا مکمل سرمایہ ہیں۔ منجملہ تین خلقی مراتب یعنی عالمِ اجسام۔ عالمِ مثال۔ عالمِ امر بحیثیت مخلوق عبودیّت کے مراتب ہیں اور حقی مراتب یعنی واحدیت۔ وحدت اور احدیت بحقیقت خالق معبودیت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ استحقاق عبودیت اور معبودیت کو نماز میں ضبط کیا گیا ہے۔ جس کا مفصل ذکر تیسرے شاہکار میں آئے گا۔ چونکہ یہ مراتب نصوصِ قرآن کی منطبق میں مرتب ہیں۔ اس لئے بہ تطبیق نصوصِ قرآن وضاحت کی جاتی ہے چنانچہ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ترجمہ۔ تحقیق ہم نے آپ کو اے محمد صلعم (معرفتِ فطرت اور فاطر کے لئے) سات قسم کی آیات تمام قرآن میں عطا کی ہیں۔ چنانچہ ان سات آیات کی اجمالی حقیقت سورہ فاتحہ میں ضبط ہے اسلئے محققین نے سورہ فاتحہ کی سات آیات کو حسب ذیل مراتب سے منسوب کیا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ | ۔ مرتبہ احدیت | یہ حقی مراتب معبودیت کی حقیقت ہیں۔ |
| ۲۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | ۔ مرتبہ وحدت | |
| ۳۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ | ۔ مرتبہ واحدیت | |

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ یہ آیہ بندہ کی طرف سے دعائیہ ہے۔ چونکہ بندہ حسبِ حقیقت فنافی الوجود عالمِ امر۔ عالمِ مثال۔ عالمِ اجسام خلقی مراتب کا زبدہ ہے اس لئے یہ تین عوالم حقی مراتب سے اس طرح رجوع ہیں کہ اے ہمارے حقیقی خالق ہم

ہر وقت تیری ہی یاد کرتے ہیں اور تیرے ہی سے ہر طرح کی مدد مانگتے ہیں۔ کیونکہ تیری ہی یاد اور مہربانی سے ہم اس ظہور میں موجود ہیں اور جب تک تو چاہے اس حالت میں رہ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ دعائیہ مرتبہ ساتواں مرتبہ ہے جو اللہ اور بندہ کے درمیان عبودیت اور معبودیت کا محور اور وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کا منشا ہے۔

۴۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ مرتبہ عالمِ امر
۵۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ مرتبہ عالمِ مثال
۶۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ مرتبہ عالمِ اجسام

} یہ خلقی مراتب عبودیت کی حقیقت ہیں

لیکن سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ سے ظاہر ہے کہ تمام قرآن سات آیات کی تعریف میں ہے اسلئے ذیل میں آیاتِ قرآن کی تطبیق میں مراتب لکھے جاتے ہیں اور ان کے تحت علامہ اقبال کا کلام لکھا جاتا ہے۔

## سیرِ فطرت عروج سے نزول کی طرف

۱۔ نص قرآن مشتملبر تجلّی مرتبہ احدیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ترجمہ۔ ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

جمالش جز بنورِ حق نہ بینی — کہ اصلش در ضمیرِ کائنات است
جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز (زبور) — کہ او با صد تجلّی در حجاب است
ہستیٔ حاضر کند تفسیرِ غیب — می شود دیباچۂ تفسیرِ غیب

۲۔ نصِ قرآن مشتملبر تجلی مرتبہ وحدت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ترجمہ۔ کہہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کو کسی نے جنا نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی کفو سے ہے

قوتِ دیں از مقامِ وحدت است (رموز) — وحدت ار مشہود گردد ملّت است

زندہ ہر کثرت زِ بندِ وحدت است　　وحدتِ مُسلم زِ دینِ فطرت است
دینِ فطرت از نبی آموختیم　　(اقبال) در رہِ حق مشعلے افروختیم

۳۔ نصِ قرآن مشتملبر تجلّی مرتبہ واحدیت ھو اللہ الخالق الباری المصوّر لہ الاسماء الحسنیٰ ترجمہ۔ اللہ کی ذات اپنے اوصافِ کمال مسمیٰ بہ اسماء الحُسنیٰ خالق باری مصوّر وغیرہ سے موصوف ہے۔

جلوتِ او روشن از نورِ صفات　　خلوتِ او مستنیر از نورِ ذات
چشمِ او روشن شود از کائنات　　(اقبال) تا بہ بیند ذات را اندر صفات
حق ہویدا با ہمہ اسرارِ خویش　　با نگاہِ من کند دیدارِ خویش

۴۔ نصِ قرآن مشتملبر تجلّی مرتبہ عالمِ امر بدیع السمٰوات والارض واذا قضیٰ امرًا فانّما یقول لہ کن فیکون؁ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ آسمان اور زمین ہرآن کن فکان کی حقیقت میں پیدا کرتا ہے۔

شیوہ ہائے زندگی غیب وحضور　　آں یکے اندر ثبات آن درمرور
ہر زماں او را کمالے دیگرے　　(اقبال) ہر زماں او را جمالے دیگرے
اندریں عالم جہانے دیگرے　　اصل او از کن فکانِ دیگرے

۵۔ نصِ قرآن مشتملبر تجلّی مرتبہ عالم مثال وعلّم اٰدم الاسماء کلّھا؁ ترجمہ۔ ہم نے آدم کو تمام اسمائے الٰہی وکونی عطا کئے تاکہ وہ بذریعہ اسماء الٰہی الوہیت کا عارف ہو اور بذریعہ علوم کونی تنظیمِ تمدن کا خلیفہ ہو۔

زِ انجم تا بہ انجم صد جہاں بود　　خرد ہر جا کہ پر زد آسماں بود
ولے چوں بخود نگریستم من　　(اقبال) کراں بیکراں در من نہاں بود
علمِ اشیا علّم الاسما ستی　　ہم عصا و ہم یدِ بیضا ستی

۶۔ نصِ قرآن مشتملبر تجلّی عالمِ اجسام سَنُرِیھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط ترجمہ۔ ہم دکھائیں گے تمام کائنات کی نشانیاں عالمِ اجسام میں جب دیکھ لو گے تو کہدو گے سچ ہے (عالمِ اجسام فطرتِ انسان کا منتہی عالم ہے)

صد جہاں در یک فضا پوشیدہ اند | مہرہا در ذرّہ ہا پوشیدہ اند
از شعاعش دیدہ کن نادیدہ را | وانما اسرارِ نافہمیدہ را
تو یکے در فطرتِ خود غوطہ زن | مردِ حق شو بر ظن و تخمین متن

۷۔ نصِ قرآن مشتملبر تجلّی حضرتِ انسان لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم

درونِ سینۂ آدم چہ نور است | چہ نور است ایں کہ غیب او حضور است
قدم در جستجوئے آدمی زن | خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست (اقبالؒ)
آدمی دید است باقی پوست است | دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

مذکورہ مراتب میں حسب ذیل مراتب ذُوالوجہین تعبیر کیے گئے ہیں یعنی ہر درمیانی مرتبہ اپنے پہلے اور پچھلے مرتبہ سے متوصل ہے۔ جیسا کہ مرتبہ وحدت۔ مرتبہ احدیت اور واحدیت کے درمیان ہے اس لئے یہ مرتبہ احدیت اور واحدیت کا ذوالوجہین ہے۔ اسی طرح مرتبہ واحدیت۔ مرتبہ وحدت اور عالمِ امر کا ذوالوجہین ہے۔ علیٰ ہذا عالمِ امر وحدیت اور عالمِ مثال کا ذوالوجہین ہے ایسا ہی عالمِ مثال۔ عالم امر اور عالمِ اجسام کا ذوالوجہین ہے۔ چنانچہ محققین نے ان ذوالوجہین توصلات کی تعریف ذیل کے اشعار میں کی ہے

وجود اندر کمالِ خویش ساریست | تعینہا امورِ اعتباریست
بسیط الذات را مانند گردد | میانِ ایں و آں پیوند گردد (اقبالؒ)

---

لہ۔ تلمیح بہ آیہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ ط ترجمہ۔ تم میرا ذکر کرتے ہو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں یہی حقیقت وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کی ہے یعنی اللہ کی بہت بڑی یاد بندہ کے متعلق اس کی تقویم کی تکمیل ہے۔ اور بندہ کی یاد اللہ کی معرفت سے مکمل ہوتی ہے۔ اور ان ہر دو اذکار کی معرفت نماز ہے۔ پس انسان کی تعریف اسی سے موصوف ہے کہ وہ نماز کا عارف ہو۔ ورنہ ہر انسان اُن کی تعریف میں نہیں آسکتا بلکہ ان کے حق میں ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ کا حکم ہے۔

فائض بود بجود بر اعیان انس وجاں
ساری بود ز لطف در اطوارِ جسم وجاں

حقائقِ ذوالوجہین کو اصطلاحِ صوفیا میں عروج اور ارتقاءِ نزول تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ صاحب ارتقائے عروج ونزول کی تعریف اشعارِ ذیل میں فرماتے ہیں ؎

جملہ تن را در گداز اندر بصر
در نظر رو در نظر رد در نظر

ایکہ گوئی محملِ جانست تن
سرِّ جاں را در نگر در تن متن

محملے نے حالے از احوالِ اوست
محملش گفتن فریبِ گفتگو است

چیست جاں جذب و سرور و سوز و درد
ذوقِ تسخیرِ سپہر گرد گرد

چیست تن بارنگ و بو خوں کردن است
با مقامِ چارسو خو کردن است

نیز فرماتے ہیں ؎

تیری خودی سے ہے روشن تیرا حریمِ وجود
حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوز و ثبات

بلند تر مہ و پروین سے ہے اسی کا مقام
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات

حریم تیرا خودی غیر کی معاذاللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات

مشربِ رومی و اقبال میں ذوالوجہین مراتب کے مرادف نام یہ ہیں (اعیان ثابتہ اعیان خارجہ (مُظہر مَظہر) (آمر مامور)۔ چنانچہ ذیل میں ان تناسب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنی اسم خالق آمر اور مُظہر ہے اور بذریعہ امر عالمِ اجسام اور عالمِ مثال مَظہر اور مامور اور مخلوق ہے علی ہذا اسم مصوّر آمر اور مُظہر ہے اور بذریعہ امر تصویر مَظہر اور مامور ہے۔ اسی طرح اسمِ رب آمر اور مُظہر ہے اور بذریعہ امر مربوب مَظہر اور مامور ہے ایساہی اسم بصیر آمر اور مُظہر ہے اور بذریعہ امر بصارت مَظہر اور مامور ہمچناں اسم سمیع آمر اور مُظہر ہے۔ اور بذریعہ امر سماعت مَظہر اور مامور ہے وغیرہ جیساکہ قرآن کریم اس حقیقت میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ یعنی حضرت محمد صلعم سمیع ہیں ہماری سمع سے اور بصیر ہیں ہماری بصر سے بر طبق حضور فرماتے ہیں بِیۡ یَبۡصُرُ وَبِیۡ یَسۡمَعُ یعنی میں اسم الٰہی

کی حقیقت مُظہر سے بصیر اور سمیع ہوں یہی راز فکان قابَ قَوسَینِ اَوْ اَدْنیٰ کا ہے چنانچہ حضور صلعم کی بصارت قابَ قوسین میں ارشاد ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہٖ الْکُبْرٰی الحاصل جملہ اسما الٰہی اسما کونی کے آمر اور مُظہر ہیں۔ اور عالمِ امر ہر دو اسما کونی اور اسما الٰہی کا محور ہے جیساکہ اشعار ذیل اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں ؎

چوں جسمت مظہر جانست و جانت مظہر اعیان
چو اعیان مظہر اسما و اسما مظہرِ ذاتش

جمالِ حق ز مرآتِ صفاتش می کند جلوہ
صفت در کسوتِ افعال و فعل از عینِ آیاتش

آں جمالیکہ نظر در آں محرم نیست
ہمچو خورشید در آئینۂ ما پیدا است

اسی حقیقت میں حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

اندریں عالم جہانِ دیگرے
اصلِ او از کن فکانِ دیگرے

ہر زماں او را کمالے دیگرے
ہر زماں او را جمالے دیگرے

لا زوال ہر زماں نوعِد گر
ناید اندر وہم و آید در نظر

ہر چہ در غیب است آید روبرو
پیش از آں کز دل بروید آرزو

شیوہ ہائے زندگی غیب و حضور
آں یکے اندر ثبات آں در مرور

جلوتِ او روشن از نورِ صفات
خلوتِ او مستنیر از نورِ ذات

حق ہویدا با ہمہ اسرارِ خویش
با نگاہِ من کند دیدار خویش

اسی حقیقت میں ارشاد ہے ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ ۚ ھُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ ھُوَاللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

اس آیہ شریفہ میں اللہ تعالیٰ کے اسمار الحسنیٰ کا ذکر ہے اور آخری آیہ میں آسمانوں اور زمین کی تسبیح کا ذکر ہے یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں مظہر ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے اسمار الحسنیٰ مُظہر کی تسبیح کرتا ہے کہ تو ہی ہمارا خالق رب مصوّر مومن اور مہیمن وغیرہ ہے چنانچہ قرآن کریم مُظہر اور مَظہر کے تعارف میں حسب ذیل آیات ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ط ترجمہ۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔

۲۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد ط ترجمہ۔ اور ہم بہت نزدیک ترین ہیں ان کی رگِ جان سے۔

۳۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط ترجمہ اور تمہاری ذاتوں میں کیا تم نہیں دیکھتے۔

۴۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ترجمہ۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

۵۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ط ترجمہ۔ اللہ ہی کے واسطے ہے مشرق اور مغرب جدھر منہ پھیرو اللہ ہی کی شکل ہے تحقیق اللہ اپنے علم سے پھیلا ہوا ہے (مقام وحدیت کی حقیقت ہے)

۶۔ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ط ترجمہ۔ خدا کا سیدھا راستہ وہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یہ سب اُمور خدا کی طرف پھریں گے۔

۷۔ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ط اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ہ ترجمہ۔ کیا کافی نہیں ہے تیرا رب جو سب چیزوں پر حاضر ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو لوگ اپنے رب کے دیدار سے شک میں ہیں وہ آگاہ ہو جائیں کہ رب سب چیزوں پر محیط ہے۔

۸۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ط شَهِدْنَا ط ترجمہ۔
اور مشاہدہ کرادیا انہیں ان کی ذاتوں پر اور پھر پوچھا کہ کیا نہیں میں رب تمہارا. کہا ہاں تو ہمارا رب ہے ہم نے دیکھ لیا۔

پس اس اختصار پر اکتفا کرتے ہوئے توجہ دلائی جاتی ہے کہ رازِ حیات میں مضمون فنافی الوجود سے یہاں تک جو کچھ لکھا گیا بحوالہ جات نصوص قرآن لکھا گیا ہے اور ہر مضمون میں حضرتِ اقبال کا کلام ثبت ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ علامہ کی تحصیل بسلسلہ مشربِ رومی قرآن کریم سے پایہ تکمیل کو پہنچی ہے جیساکہ آپ فرماتے ہیں ے

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام　　　شرح رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام

اس مشرب کے متعلق اگر مزید لطف اندوز ہونا منظور ہو تو مرآت العارفین مصنّفہ آقائے نامدار سیّد الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور تحفہ مرسلہ مصنّفہ حضرت ابوسعید مخرمی رحمۃ اللہ علیہ اور نورِ وحدت مصنّفہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور پنج گنج مصنّفہ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اور جامِ جہاں نما مصنّفہ حضرت شہزادہ داراشکوہ رحمۃ اللہ علیہ اور خمخانۂ اقبال حضرت سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرمائیں۔

حاصل کلام حقیقت یہ ہے کہ رازِ حیات میں جس قدر نصوصِ قرآن مشتملبر حقائق و معارف خالق و مخلوق ہیں وہ الحمد سے والنّاس تک ان مراتب سبع مثانی میں تقسیم ہو جاتی ہیں جس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اضداد جو توحید اتحادی اور توحیدِ وحدت الشہود اور وحدت الوجود میں پائے جاتے ہیں۔ مکمل طور پر دور ہو جاتے ہیں اور قرآن پاک ان اضداد کے انحطاط سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی حقیقت میں ارشاد ہے ے

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　　گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

نتیجہ یہ ہے کہ بغیر حصولِ معرفت مراتب سبع مثانی وہ اختلاف جو توحید اتحادی اور توحیدِ وحدت الشہود

اور وحدت الوجود کی بحث میں واقع ہوتے ہیں دُور نہیں ہوسکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایسے اختلافات عظمتِ قرآن کے شایاں نہیں۔ ایسے مفسرین کے حق میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

زِمن بر صوفی و مُلّاں سلامے — کہ پیغامِ خدا گفتند ما را

ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت — خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

ان کی ایسی حالت پر آپ فرماتے ہیں ؎

زِ تاویلاتِ مُلایان نکوتر — نشستن با خود آرائے دمِ چند

ہم اس جملہ معترضہ کو چھوڑ کر مکرر توجہ دلاتے ہیں کہ مراتب مذکورہ کائنات کے رازِ حیات کا وہ مکمل نقشہ ہے کہ جس میں عالمِ اجسام سے عالم احدیت تک چھ عوالم اسی طرح دکھائے گئے ہیں جس طرح دنیا کے نقشہ میں ہفت اقلیم جداگانہ رنگ میں دکھائے جاتے ہیں اور قرآن کریم ان عوالم کا مکمل جغرافیہ ہے جس میں ہر عالم کی مفصل کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے جس طرح جغرافیہ میں ہر اقلیم کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر ان مراتب میں آیاتِ قرآن مرتبہ وار دکھائی گئی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی ہر آیہ اپنے عالم کی حقیقت میں بیّن ہیں۔ اس لئے جملہ مراتب میں حیاتِ کائنات کا راز بدرجہ اتم اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ دُنیا کے تمام فلسفے قرآن کے سامنے تعلیم طفلِ مکتب سے زیادہ کسی اہمیت کا معیار ثابت نہیں ہوتے۔ ایسے ہر فلسفہ کا فوراً پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کا سیر کہاں تک اور کس حد تک صحیح ہے۔ الغرض ان مراتب کا عارف ایسا روشن ضمیر ہوتا ہے کہ اس کے مطمح نظر میں دنیا کے تمام علوم اس طرح مشاہدہ ہوتے ہیں جس طرح اہلِ علم کو ہر عبارت میں حروفِ ابجد کا مشاہدہ ہوتا ہے

اسلام کا خاص احسان ہے کہ اس رازِ حیات کے اہم سیر کے لئے نماز وہ آسان ترین صراطِ مستقیم بنایا ہے کہ جس میں کائنات کے رازِ حیات کا مکمل سیر اس طرح ہوتا ہے جس طرح ہفت اقلیم کے سیّاح کو ہفت اقلیم کا سیر ہوتا ہے۔ اس لئے حقیقت یہ ہے

کہ قرآن عین تصوف ہے اور اس کی علت غائی نماز ہے اور نماز کی علت غائی اصلاحِ تمدن اور معرفتِ الٰہی ہے گویا نماز قرآن کریم کی باعمل اور بامشاہدہ تفسیر ہے المختصر بلا تحصیل تعلیم مراتب سبع مثانی نہ معارف قرآن صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ منکشف ہو سکتے ہیں اور نہ بہ تطبیق اذان اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ حقائق نماز کا انکشاف ہو سکتا ہے خواہ تمام دنیا کے انسان فخر رازی کیوں نہ ہو جائیں۔

گر باستدلال کارِ دین بودے　　فخر رازی رازدارِ دین بودے
پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکین بود (رومی)

ز رازی معنیٔ قرآن چہ پرسی　　ضمیرِ ما بہ آیاتش دلیل است
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر　　زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی (اقبال)

امام فخر الدین رازیؒ اسلام میں ساٹھ علوم کے ایسے علامہ تھے کہ جن کی نظیر ہو نہیں سکتی۔ انہوں نے بزعمِ خود قرآن پاک کی کئی تفسیریں لکھیں لیکن بغیر حصولِ معرفت مراتب سبع مثانی معارف قرآن سمجھنے میں ایسے ہی ناکام رہے جیسا کہ رومیؒ و اقبالؒ کے اشعار سے ظاہر ہے تو بھلا امام صاحب کے مقابل اور کس کو اس قابلیت کا استحقاق ہو سکتا ہے کہ بزعمِ خود محض عربی کی ڈگری حاصل کر کے معارف قرآن کی صحیح تفسیر لکھ سکے بلکہ ایسی استدلالی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر معارف قرآن میں زور دیا گیا اسی قدر انحطاطِ اسلام بڑھتا گیا حتیٰ کہ کئی سو جماعت میں اسلام کی واحد جماعت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور ابھی بس نہیں نیا روز نئی تفسیر اور نیا مذہب پیدا ہو رہا ہے۔ دیکھئے تا کے مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام کی ایسی درد شا رہتی ہے مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

علامہ صاحب ایسے مفسرین کے حق میں فرماتے ہیں ؎

زِ من بر صوفی و مُلّاں سلامے　　کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
ولے تاویلِ شان در حیرت انداخت　　خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

احکام تیرے سچ ہیں دلے وائے مفسر تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پازند

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن خود مراتب سبع مثانی کی ایسی مفصل تفسیر ہے کہ جس سے بہتر کوئی تفسیر ہو نہیں سکتی۔ اس لئے رومیؒ صاحب فرماتے ہیں معنیٔ قرآن ز قرآن باز پرس اسکے خلاف جو مفسر بزعمِ خود تفسیر لکھتا ہے خود دردِ سر خریدتا ہے اور دوسروں کو دردِ سر میں مبتلا کرتا ہے جس کا آخرش ماحصل یہی ہوتا ہے کہ مراحلِ متضادجوں کے توں ہی رہتے ہیں۔ جس کی مثال فخر رازی سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے۔

## فلسفۂ یورپ اور مراتب

ا۔ ہم کتاب کے شروع میں لکھ چکے ہیں کہ رازِ حیات کی تحقیقات میں جس معراجِ کمال کو اسلامی فلسفہ پہنچ چکا ہے اس کے مقابل یورپ کا فلسفہ ہنوز محورِ تخیلات کی گردش میں نامکمل ہے۔ اس کی صداقت ان مراتب کے مشاہدات میں بدرجہ اتم موجود ہے جن سے ظاہر ہے کہ فلاسفرانِ یورپ کو ہنوز خلقی مراتب کے صحیح معیار تک رسائی نصیب نہیں۔ چنانچہ وہ ان مراتب کی انفرادی بحث میں ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتے۔ مثلاً ایک فلاسفر حرکتؔ کو رازِ حیات تعبیر کرتا ہے۔ دوسرا اس کے مقابل زمانؔ کو نظریہ حیات بیان کرتا ہے۔ تیسرا مکانؔ کی حقیقت پر بحث کرتا ہے چوتھا مادہ کو رازِ حیات کا زاویہ نگاہ قرار دیتا ہے۔ ان اضداد اختلافات کے خلاف خلقی مراتب ان جملہ تحقیقات میں وہ معیار مستقیم ہے کہ ان میں زمان۔ مکان۔ حرکت اور مادہ۔ کی کیفیات بہ تمام و کمال منضبط ہیں جن کا مشاہدہ انسان کی تخلیق میں بتوصلات عالم خارجہ موجود ہے۔ جیسا کہ اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

خورشید بدامانم انجم بگریبانم　　در من نگری ہیچم در خود نگری جانم
در شہر بیابانم در کاخ وشبستانم　　من دردم و درمانم در عیش فراوانم

من تیغ جہاں سوزم من چشمۂ حیوانم

آسودہ و سیّارم ایں طرفہ تماشا بیں
در بادۂ امروزم کیفیتِ فردا بیں

پنہاں بہ ضمیرِ من صد عالمِ رعنا بیں
صد کوکبِ غلطاں بیں صد گنبدِ خضرا بیں

من کسوتِ انسانم پیراہنِ یزداں بیں

اب رہے حقی مراتب ان کی تو اہلِ یورپ کو خوشبو تک نہیں پہنچی جن کی حقیقت کا راز رازِ حیات کا مکمل سرمایہ ہے جیسا کہ اسی تنقید میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

خودی کا سرِّ نہاں لا الٰہ الّا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الّا اللہ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
نہ ہے زمان و مکاں لا الٰہ الا اللہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

ان اشعار سے بخوبی ظاہر ہے کہ جس تصویرِ حیات کی تلاش میں فلاسفرانِ یورپ سرگرم ہیں۔ اس کی تکمیل تیرہ سو برس پہلے لا الٰہ الا اللہ کے فلسفہ میں ہو چکی ہے یعنی تکمیلِ حیات کے سلسلہ میں تخلیق انسان خدا کی خودی کا کمال ارتقاء ہے اور انسان کی خودی کا کمال ارتقا معرفتِ خدا ہے۔ چنانچہ ان ہر دو ارتقاء کا معیار معرفت بہ تطبیق لا الٰہ الا اللہ تصویرِ نماز میں موجود ہے۔ پس مراتب سبع مثانی رازِ حیات فطرت کی گردان فاطر فطرت اور مفطور کے مکمل مشاہدات کا سرمایہ ہیں اور دین وہی دین ہو سکتا ہے جو فطرت کی عین منطق میں ہو غیر فطرت مذاہب دین کی تعریف میں نہیں آسکتے بلکہ اختراع اور تصنع متصور ہو سکتے ہیں۔ حاصل کلام اسلام کا بنی نوع انسان پر بہت بڑا احسان ہے کہ رازِ حیات کے دقیق ترین اور مشکل ترین مراحل طے کرنے کیلئے نماز آسان ترین صراطِ مستقیم بنایا ہے جس میں مراتب فطرت منضبط ہیں۔ اسی لئے نماز رازِ حیات کی مکمل تصویرِ حیات ہے۔

۲۔ اب رہا تصوفِ مشرق اس کا ذکر اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بوضاحت کیا گیا ہے جس سے تصوفِ اسلام اور تصوفِ غیر مذاہب کا اختلاف ثابت ہو گا اس لئے اب ناظرین کی توجہ تعبیر شاہکار کی طرف منعطف کرانی چاہیے

# اِس مضمون کو ضرور پڑھیں

واضح ہو کہ اس کتاب کا تیسرا دفتر "معارفِ قرآن اور اقبال" میں علّامہ صاحب نے بہ تطبیق نصوص مراتب سبع مثانی معارفِ فطرت۔ معارفِ وحدت۔ معارفِ جہاں۔ معارفِ آدم۔ معارفِ روح۔ معارفِ تن۔ معارفِ وجود پر بوضاحت تمام اس خوبی سے روشنی ڈالی ہے کہ جس کی نظیر کسی تفسیر میں مل نہیں سکتی۔ رازِ حیات کے وہ عقدۂ لاینحل جن کے حل کرنے میں یورپ و ایشیا کے فلاسفر اور اسلام کے بڑے بڑے مفسر کماحقہٗ عاجز رہے ہیں اس خوبی سے حل کئے ہیں جن کی مثال دُنیا کے کتب خانوں میں موجود نہیں ہے اس لئے جو صاحب اس حِصّہ کو پڑھیں وہ "معارفِ قرآن اور اقبال" ضرور ملاحظہ فرمائیں تاکہ علّامہ صاحب کی اسلامی ضیا پاشیوں سے پورا پورا لطف حاصل ہو۔

---

# تیسرا شاہکار رموزِ بیخودی

اور

# مکمل آزادی

# تمہید رموزِ بیخودی

قبل ازیں کہ اس شاہکار میں نمازِ حضور کی حقیقت میں رموزِ بیخودی بیان کیے جائیں شرک ماسوی اللہ کا ذکر کیا جانا ضروری ہے کیونکہ جب تک نماز میں شرک ماسوی اللہ کی نفی نہ ہو مشاہداتِ نماز حاصل نہیں ہو سکتے جیسا کہ ارشاد ہے وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ چنانچہ نماز میں ہر تقویم یعنی قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ کے پہلے اللہ اکبر شرک ماسوی اللہ کی نفی کا منشاء ہے۔ اس لئے شرک ماسوی اللہ کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

## شرک ماسوی اللہ کی حقیقت

یہ کھلی حقیقت ہے کہ نماز کے سوا جس قدر مذہبی فلسفے تحقیقاتِ فطرت میں لکھے گئے وہ اپنی تکمیل میں اس حد تک نہیں پہنچے کہ ان میں کسی قسم کا شائبہ شرک موجود نہ ہو بلکہ اقسامِ شرک میں شرک فی العلم۔ شرک فی العبادت۔ شرک فی التصرف جلی خفی یا اخفا کا نظریہ ضرور ہوگا (دیکھو پہلے شاہکار میں اقسامِ شرک) چونکہ اصطلاحِ صوفیا میں شرک ماسوی اللہ کو ہستئ موہوم کہتے ہیں اور اس ہستی کا اثر یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مشرکانہ نصب العین کا مجسمہ بن جاتا ہے جیسا کہ ہر اہلِ مذہب اپنی ہستی کے متعلق یہی جانا کرتا

ہے کہ میری ہستی وہی ہے جو میرے مذہب کا نصب العین ہے مثلاً ہندو اپنی شکل میں اپنے آپ کو ہندو دیکھتا ہے اور عیسائی اپنے آپ کو عیسائی اور یہودی یہودی اور مُسلمان مسلمان وغیرہ۔ چنانچہ کہتے ہیں مَیں ہندو ہوں مَیں عیسائی ہوں میں یہودی ہوں اور مَیں مسلمان اور مسلمانوں میں مَیں سُنّی ہوں شیعہ ہوں وہابی ہوں وغیرہ لیکن رسالت آخر الزمان نے اس برزخِ خودی یا ہستیٔ موہوم یا شرک ماسوی اللہ کی نفی بذریعہ کلمہ شہادت نماز میں بہ تمام وکمال کر دی ہے پس اس نفی خودی اور نفی شرک ماسوی اللہ کو رموزِ بیخودی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ عظیم رموزِ بیخودی کے معارف میں ارشاد فرماتا ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ ترجمہ۔ اور یاد کر نام اپنے رب کا اور کٹ جا خلق سے اور توجہ کر اس کی طرف کٹنا پورا۔ یعنی اپنے نفس کو ماسوی اللہ سے خالی کر کیسا رب جو شرق سے غرب تک رب ہے۔ اس لئے نہیں پرستش کے قابل۔ مگر وہی تو پکڑ اس کو اپنا وکیل۔

دل در و بند زِ غیرش بگسل — ہرچہ جز اوست بردن کن از دل
اصل تقویٰ کہ زادِ ایں راہ ست — ترک مجموعِ ماسوی اللہ ست
تا چند بہ بازارِ خودی ہست شوی — بشتاب کہ از جامِ فنا مست شوی
از مایۂ سودِ دو جہاں دست بشو — سودِ تو ہماں بہ کہ تہیدست شوی

اسی حقیقت میں علّامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ایں دو حرف لا الہ گفتار نیست — لا الہ جز تیغ بے زنہار نیست
نقطۂ ادوارِ عالم لا الہ — انتہائے کارِ عالم لا الہ
بر سرِ ایں باطلِ حق پیرہن — تیغِ لا موجود الا ہُو بزن

آیہ شریفہ معہ اشعار کلمہ طیّبہ کی حقیقت ہیں۔ ان کے مشاہدہ کا مژدہ بہ تطبیق کلمہ شہادت

ان آیات میں ارشاد ہے فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ط نیز ارشاد ہے قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ط وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ط ترجمہ کہو اے محمد صلعم یہ کہ توحید کی طرف بلانا میری راہ ہے بلاتا ہوں خدا کی طرف ظاہری بینائی پر میں اور جس نے پیروی کی میری اور پاک ہے خدا جملہ شرک سے اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے۔ چنانچہ اس تصدیق میں ارشاد ہوا نَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ط (حدیث) ترجمہ۔ خدا کی عبادت ایسی کر کہ تو اُسے دیکھتا ہے۔ اس حقیقت میں قرآن عظیم حضور رسالت پناہ صلعم کی شان میں ارشاد فرماتا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ط لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ۔

اس فیضِ رسالت سے مستفیض ہو کر حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ما رایت شیئاً الا و رایت اللہ قبلہ* علیٰ ہذا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ما رایت شیئاً الا و رایت اللہ بعدہٗ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا لا اعبد لم ارہٗ اسی سلسلہ فیض میں جملہ مشاہیرِ اسلام نے اپنی تصانیف میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے منجملہ مجددِ زماں علامہ سر محمد اقبال فرماتے ہیں ؎

چناں باذاتِ حق خلوت گزینی ۔۔۔ ترا او بیند و او را تو بینی
چشمِ او روشن شود از کائنات ۔۔۔ تا بہ بیند ذات را اندر صفات
حق ہویدا با ہمہ اسرارِ خویش ۔۔۔ با نگاہِ من کند دیدارِ خویش

معارف مذکورہ سیر الی اللہ یا رموزِ بیخودی کا اظہار ہے۔ چنانچہ ہم رموزِ بیخودی کے معارف بوضاحت ذیل میں بیان کرتے ہیں تاکہ رموزِ بیخودی کے حقائق باآسانی منکشف ہوں

*: اسی سلسلہ فیض میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ما رایت شیئاً الا و رایت اللہ معہ

# معارف رُموزِ بیخودی

مکرر توجہ دلائی جاتی ہے کہ مشربِ رومی اور اقبال میں رموزِ بیخودی کے مترادف نام نفی خودی۔ نفی شرک ماسوی اللہ۔ نیستی۔ سیرالی اللہ۔ معرفتِ نماز بامشاہدہ۔ نمازِ حضور وغیرہ ہیں۔ اس لئے ان الفاظ کو مترادف رموزِ بیخودی یاد رکھنا چاہیے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ نماز کے سوا جس قدر رموزِ بیخودی یا نفی خودی کے طریق ہیں ان کا مفصل ذکر اس کتاب کے دوسرے دفتر موسوم بہ فلسفۂ اشراقین اور عالمِ مثال میں کیا گیا ہے جن سے بجائے نفی خودی شرک ماسوی اللہ قائم ہوتا ہے اور اس شرک کا نصب العین رموزِ بیخودی کے لئے مزید برزخِ شرک خفی اور اخفا ہے۔ اس کے خلاف رموزِ بیخودی سے مراد یہ ہے کہ اسمائے مُظہر یا اعیان خارجہ بصیغہ مفعول مفطور ہیں اور یہ عوالم مفطور اپنے فاطر کے افعال جن کو فطرت یا اسمائے مُظہر یا اعیان ثابتہ یا مقامِ لاہوت اور مرتبہ واحدیت تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہر اسم مَظہر اپنے اسم مُظہر کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح مشاہدہ ہو جس طرح ہر لفظ کے حروف ابجد اپنے اپنے لفظ کی تسبیح میں منہمک ہیں مثلاً لفظ اللہ میں حروف الف۔ ل۔ ل۔ ہ اپنے لفظ اللہ کا ایسا ذکر کرتے ہیں کہ اس لفظ کے سوا ان کا اور کوئی ذکر نہیں۔ یہی مشاہدہ رموزِ بیخودی ہے یعنی عالمِ امر۔ عالمِ مثال۔ عالمِ اجسام کے جملہ اسمائے مَظہر پہ تطبیق یسبح اللہ مافی السموات والارض اسمائے مُظہر کے ذکر میں ایسے ہی مشاہدہ ہوں جس طرح حروفِ ابجد لفظ اللہ کے ذکر میں مشاہدہ ہیں۔ یہ حقیقت رموزِ بیخودی ہے جس میں مکمل نفی خودی یا نفی شرک ماسوی اللہ ہوتی ہے اس لئے کہ اسمائے مَظہر اسمائے مُظہر کے سوا کسی غیر کا ذکر یا تسبیح نہیں کرتے ایسی رموزِ بیخودی یا نفی خودی کے لئے نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کے سوا اور کسی طریقہ عبادت میں رازِ بیخودی

منکشف نہیں ہوتا اور بندہ کی طرف سے یہی ذکر نماز میں ولذکر اللہ اکبر کی حقیقت ذومعنی ہے جیسا کہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم اور یہی حقیقت یحبھم ویحبونہ ہے چنانچہ رسالتِ آخرالزمان نے اپنی رسالت کا اعلان بحقیقت اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مشتمل بر رموزِ بیخودی نماز کی تبلیغ میں فرمایا ہے۔

قبل اسکے کہ حقیقتِ اذان بیان کی جائے یہ ذکر ضروری ہے کہ راقم کو اکثر اوقات مسلمانوں سے اذان کی حقیقت بیان کرنے کا اتفاق ہوا ہے دیکھا گیا ہے کہ وہ حقیقتِ اذان سے اس قدر گریز کرتے ہیں جس طرح کافر کلمہ سے۔ حالانکہ اذان حضور صلعم کی رسالت آخرالزمان کا پیغام ہے۔ اس لئے ہم زور سے توجہ دلاتے ہیں کہ حضور کی نبوّت موسٰے کی طرح ربّ ارنی کے مطالبہ میں نہیں ہے بلکہ آپ کی نبوّت بہ تطبیق کلمہ شہادت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ہے۔ اور بذریعہ اذان حضور کی رسالت کا پیغام وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللہ ہے جس کی صداقت میں ارشاد ہے قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ پس مسلمان اس پیغامِ رسالت کو یاد رکھیں اور حقیقتِ اذان اور معارفِ نماز پر غور کریں۔

# شاہکارِ رموزِ بیخودی

## آخر الزّمان نبیؐ کا پیغام رسالت مشتملبر معارف وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ

یہ حقیقت ہے کہ ہر نماز سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم یا پیغام کلمہ شہادت کی تعریف میں بہ تطبیق قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ سنایا جاتا ہے تاکہ نمازی اس حکم کے مطابق نماز پڑھیں۔ چنانچہ یہ حکم نماز کی اس طرح تعریف کرتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واضح ہو کہ اذان میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اعلانِ مشاہدہ رموزِ بیخودی ہے جیسا کہ اس کے ساتھ ہی اس مشاہدہ کے معیار کا اظہار کیا جاتا ہے اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی لا الٰہ کی حقیقت میں مشاہدہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہوتا ہے جس کو نیچے کی عبارت سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

قاعدہ کلیہ کے تحت یہ حقیقت ہے کہ بڑی جنس چھوٹی جنس کو ثابت کیا کرتی ہے اور چھوٹی جنس بڑی جنس کو۔ چنانچہ یہی نسبت صغیر اور کبیر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ضبط ہے یعنی لَآ اِلٰہَ مشتملبر شرک ماسوی اللہ چھوٹی جنس ہے اور قابلِ نفی ہے اور اِلَّا اللّٰہُ رموزِ بیخودی میں بڑی حقیقت ہے اور قابلِ مثبت ہے جیسا کہ علمِ ریاضی کے لحاظ سے بصیغہ منفی بڑا عدد چھوٹے عدد کو نفی کر کے خود مثبت ہو جاتا ہے مثلاً ۲-۱=۱ یعنی دو

میں سے اگر ایک نفی کر دیا جائے تو باقی ایک رہ جائے گا۔ پس یہی مُراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی ہے یعنی اس میں لا الہ چھوٹی جنس یا عدو جو شرک ماسوا سے منسوب ہے اس کو نفی کر دیا جائے تو الا اللہ یعنی وحدتِ اللہ اکبر رہ جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ منفی منفی میں اور مثبت مثبت میں قائم ہو گیا۔ اسی واسطے قرآن کریم میں بہ تطبیق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۰۰، دفعہ نماز قائم کرنے کا حکم ہے یعنی نماز میں مشاہدہ نفی اثبات رموزِ بیخودی میں قائم کرو۔ اس لئے حضورِ رسالت مآب صلعم نے اذان میں اعلان فرمایا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ یعنی میں نے نماز میں ہر دو حقائق نفی اثبات کا مشاہدہ کیا۔ اس لئے حضور نے اذان میں پہلے اَللہُ اَکْبَرُ کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ میں اسی بامشاہدہ کلمہ کا بذریعہ نماز ہمیشہ کے لئے رسول ہوں یعنی اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللہ جیسا کہ ارشاد ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ یعنی حسب اعلان اذان بامشاہدہ نماز پڑھو اور فلاحِ مشاہدہ حاصل کرو حَیَّ عَلَی الْفَلَاح اس کے بعد پھر کلمہ کی حقیقت میں اَللہُ اَکْبَرُ کی تعریف کی اَللہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ چنانچہ اسی حقیقت میں حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن　　مُلّاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
علم کا موجود اور فقر کا موجود اور　　اشہدُ ان لا الہ اشہدُان لا الہ

پس اذان سے بہتر نمازِ حضور کی شہادت میں اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے آپکی بامشاہدہ رسالتِ نماز آپ کی آخر الزمان نبوّت کی مکمل سرمایہ ہے جس کا پہلے کسی نبی نے دعویٰ یا اعلان نہیں کیا۔ اور نہ آئندہ کوئی کر سکتا ہے اس لئے کہ بامشاہدہ رسالت سے بڑھ کر اور کیا رسالت کا سچا معیار ہو سکتا ہے اس لئے اہلِ اسلام پر واضح رہے کہ حقیقت اذان کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر اس حکم کو نظر انداز کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ تعمیلِ حکم سے انکار متصور ہے بلکہ امّتِ رسول ہونے کا دعویٰ برائے نام اور فرضی ہے۔ چونکہ معارفِ نماز اس حکم کے مطابق بیان ہونگے۔ اس لئے ان معارف کی صداقت کو پرکھنے

کے لئے اذان کی کسوٹی کافی ہے۔ لہذا ناظرین کی توجہ بہ تطبیق حقیقتِ اذان نمازِ حضور یا نمازِ یا مشاہدہ یا رموز بیخودی کی طرف منعطف کرائی جاتی ہے۔

## نماز میں بہ تطبیق حقیقتِ اذان وَلَذِکرُ اللّٰہُ اَکبرُ کے مشاہدات

واضح ہو کہ ہر ایک طریقہ عبادت الہٰی کا انتہائی مقصد نفی شرک ماسوی اور اثبات اللہ کا منشار ہے چونکہ انسان کی ہستی شرک ماسوی اللہ سے معمور ہوتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اس لئے نفی خودی عبادتِ حق کا مرکزی اصول ہے تُطہیر القلب عن ماسوی اللہ" چنانچہ اسی اصول پر نماز میں سب سے پہلے بطور نیّت۔ جو آیہ پڑھی جاتی ہے وہ مترادفِ حقیقت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے یعنی اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یعنی میں متوجہ ہوتا ہوں اُس ہستی وحدہٗ لاشریک کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین اور میں موحد ہوں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ پڑھتے ہوئے رو بہ قبلہ سیدھے کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے۔ "اَللہُ اَکبرُ" اور ساتھ ہی دونوں کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں یہ فعل حسبِ حقیقت کلمہ شہادت باعمل نفی کا مشاہدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ فَاِنَّہٗ بَیْنَ الرَّحْمٰنِ فَاِذَا الْتَفَتَ قَالَ لَہُ الرَّبُّ اِلٰی مَنْ تَلْتَفِتُ اِلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکَ مِنِّیْ اِبْنُ اٰدَمَ اَقْبِلْ فَاِنِّیْ خَیْرٌ لَّکَ مِمَّنْ تَلْتَفِتُ اِلَیْہِ الْحَدِیْث ط

ترجمہ منظوم

یہ ندا اس وقت کرتا ہے خدا — کیوں نہیں ہوتا ہے تو مجھ پر فدا
کون بہتر مجھ سے ہے اے بے بصر — جس کی خاطر مجھ سے ہے تو بے خبر
کر ذرا انصاف دل سے بے نصیب — مجھ سے بہتر کون تیرا ہے حبیب
جب نہیں سُنتا ہے بندہ یہ صدا — حکمِ حق ہوتا ہے پھر یہ برملا

یعنی دِل میں جس کا رکھتا ہے خیال — وہ ہی ہے معبود تیرا بد خصال
اس کو کر دو نورِ وحدت سے جُدا — یہ نہیں قابل ابھی اس کے ہَوا
یہ فرشتے کہتے ہیں عالی نسب — کیوں رہا آدابِ حق سے بے خبر
یعنی ہو آدابِ حق ایسا پسر — جُز خدا دِل پر نہ ہو جس سے اثر

نیز ارشاد ہے لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ اِمْرِاَءٍ یَشْہَدُ فِیْہِ قَلْبُہٗ کَمَا یَشْہَدُ بَدَنُہٗ وَاِنَّ الرَّجُلَ عَلٰی صَلٰوتِہٖ دَائِمٌ وَلَا یَکْتُبُ لَہٗ عُشْرُھَا اِذَا کَانَ قَلْبُہٗ سَاھِیًا لَاھِیًا۔

ترجمہ منظوم

دیکھ فرماتے ہیں یہ خیر الورے — جسم و دِل دونوں ہوں حاضر باخدا
کیونکہ وہ ہے بے حجاب و جلوہ گر — اس زماں اے بے خبر اے بے بصر

نیز ارشاد ہے اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْحِجَابَ مِنْہُ وَبَیْنَہٗ وَجْھَہٗ بِوَجْھِہٖ۔

ترجمہ منظوم

وہ قریب اور بے حجاب اور تُو ہے دُور — پھر بھلا کیا ہو نماز اے بے شعور
غور کر انصاف کر دل میں ذرا — کیا پڑھا اور کیا کیا تُو نے بھلا
جلوہ گر تُو دیکھ وہ محبوب ہے — تُو خودی سے اپنی پر محجوب ہے
نور افشانی کریں سارے مَلک — آفریں دیویں زمین و نُہ فلک
سو سو جلوے خود کرے وہ باکرم — پھر بھی تو دیکھے نہ اس کو ایک دم
جب وہ فرماتا ہے تجھ کو بُت پرست — یعنی تو ہے بت پرست و خود پرست

نیز ارشاد ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ ترجمہ منظوم

کر ذرا تو فکرِ باطل دل سے دُور — تاکہ ہووے یہ نمازِ باحضور

پس حسب ارشادات بالا نماز کے حرکات — قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ اور جو تسبیحات ان حرکات میں پڑھی جاتی ہیں ان کے مشاہدات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

# نماز کلمہ شہادت اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی مکمل معرفت ہے

## لفظ نماز میں حقیقتِ نفی لا الہ کا مشاہدہ

نماز کے معنی عاجزی کے ہیں اور عجز کی حقیقت یہ ہے کہ عاجز کسی مقتدر حقیقت کے مقابل اپنی ہستی میں بلحاظ غیر مقتدر ہر طرح عاجز و مجبور ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کی ہستی کا مقتدر خالقِ حقیقی قادرِ مطلق ہی ہے اور انسان بہمہ وجوہ اپنی ہستی کی تقویم میں سراسر عاجز و جاہل ہے اس لئے یہ اپنی ہستی موہومہ کی بذریعہ تکبیر تحریمہ نفی کرتا ہے۔ گویا نماز یا عاجزی کی حقیقت نفی خودی ہے۔ چنانچہ محققین اسی حقیقت میں نفی کو سجدہ کہتے ہیں۔ یعنی سجدہ اور نفی مترادف لفظ ہیں۔ چنانچہ اس کا مفصل ذکر تکبیر تحریمہ اور قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ میں آئے گا۔

## تکبیر تحریمہ اللّٰہُ اکبر کے راز میں حقیقت نفی لا الہ کا مشاہدہ

اَلصَّلٰوۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

نماز ایمان والوں کے لئے معراج ہے

واضح ہو کہ نماز کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ کی حقیقت نفی اثبات کے مشاہدات ہیں۔ چنانچہ تکبیر تحریمہ حقائق نفی شرک ماسوی اللّٰہ کی مفتاح ہے جیساکہ تحریمہ کے معنی حرام کرنا ہے۔ اور حرام کے مترادف الفاظ متروک یا ممنوع ہیں اور متروک اور ممنوع کا مترادف لفظ منفی ہے۔ اس لئے تکبیر تحریمہ کے محقق معنی یہ ہیں کہ اللّٰہ اکبر حرام کرتا ہے شرک ماسوی اللّٰہ کو یا منع کرتا ہے ماسوی اللّٰہ کو یا نفی کرتا ہے ماسوی اللّٰہ کو قیامِ نماز میں شرک ماسوی اللّٰہ عالم قیام کو اور رکوع میں عالمِ رکوع کو اور سجود میں عالمِ سجدہ کو

اور قعدہ میں عالمِ قعدہ کو یعنی ان عوالم میں جو معبود ماسوی اللہ ہیں ان کی نفی ہوتی ہے۔ اور قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ قعدہ کی تسبیحوں کے ساتھ اثبات کرتا ہے۔ حقیقت اللہ اکبر کو جس سے حسب نصوص کلمہ طیّبہ مکمل نفی اور مکمل اثبات کے مشاہدات حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اسی حقیقت میں سر محمد اقبال فرماتے ہیں ؎

لا الہ اندر نمازش بود و نیست — نازہا اندر نیازش بود و نیست

زانکہ در تکبیر رازِ بود تست — حفظ و نشرِ لا الہ مقصودِ تست

پس نماز میں وَلَذِكْرُ اللهِ کی حقیقت یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ تک اَللهُ اَكْبَرُ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس امر کی مزید وضاحت کے لئے مثال کے طور پر اس طرح بیان کرنا کسی حد تک غیر انسب نہ ہوگا۔ کہ اسلام نے ہر ایک حلال جانور کو ذبح کی شرط سے حلال کیا ہے اور مقصدِ ذبح تکبیر اللہ اکبر ہے۔ اگر یہ تکبیر نہ پڑھی جائے اور محض چھری سے ہی گلہ کاٹ دیا جائے تو حلال جانور بھی حرام ہو جاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ جانور کی زندگی کی نفی یعنی موت اللہ اکبر سے حلال کی جاتی ہے گویا وہ اصولاً اللہ اکبر کی حقیقی چھری سے ذبح کیا گیا۔ نہ کہ لوہے کی چھری سے۔ چونکہ انسان بوجہ فطرت وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کی معرفت کے لئے مرآتِ حق نما ہے۔ اس لئے موت اضطراری سے پہلے اس کا موت اختیاری حسبِ حقیقت لا الہ مرنا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اسلئے نماز میں اللہ اکبر اختیاری موت کے لئے بھی وہی حکم رکھتا ہے جو تکبیر ذبح کیلئے حکم رکھتا ہے یعنی انسان کی ہستی موہومہ یا خودی کو نفی کر دیتا ہے اس لئے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر نمازی کی خودی کے لئے مقامِ نفی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ہے چنانچہ اس کی تصدیق میں ارشاد ہے فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ

جس کی شرح اس طرح فرمائی گئی ہے تَطْهِيرُ الْقَلْبِ عَنْ مَنْ سِوَى اللهِ۔ جس کی حقیقت حاصل ہونے میں ارشاد ہے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ہے

**نیست از خود شو تا یابی نجات**

نیز ارشاد ہے لَوْ عَرَفَ الْاِنْسَانُ مَنْزِلَتِهَا عِنْدِیْ لَقَالَ فِیْ کُلِّ نَفْسٍ تَمُوْتُ

ترجمہ۔ اگر انسان اپنے مرتبہ کو جانے میرے نزدیک البتہ کہے ہر ایک دم کے ساتھ مروں میں اختیاری موت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے مطابق ہے

ذبح خود کو کر بہ تکبیرِ خُدا — معنیٔ تکبیر یہ ہیں اے فتا
خود کو قرباں کر تو اے مردِ جلیل — مثلِ اسماعیل کے تا ہو خلیل

چنانچہ مسئلہ قربانی عید الضحٰے قربانی خودی کی تعلیمی یادگار میں مقرر ہے یعنی حضرت الوہیت نے نفی خودی کی تعلیم میں حضرت خلیل اللہ کی قربانی عوام کے لئے مشاہدہ عطا کیا ہے یعنی جب خلیل اللہ مکمل طور پر بیٹے کی قربانی کے لئے آمادہ ہو گئے تو محبتِ حق کا مکمل اثبات پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس واقعہ سے اچھی طرح سے ثابت ہے کہ محبتِ الٰہی کی غایت نفی خودی یا قربانی مراد ہے۔

خداوند کریم کا اہلِ اسلام پر خاص فضل اور احسان ہے کہ اس محبت کو حاصل کرنے کے لئے نماز جیسی آسان ترین نعمت عطا کی جیسا کہ ارشاد ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی محبت الٰہی میں نماز ایسی پڑھو کہ اپنی خودی کی قربانی دو تب نماز قائم ہوگی جس کی مرادف حقیقت یہ ہے کہ محبت الٰہی قائم ہو گی۔ اس کے برعکس یہ حقیقت ہے کہ اگر خودی رکھتے ہوئے نماز پڑھی جائے تو محبتِ الٰہی قائم نہیں ہو سکتی گویا صحیح معنوں میں نماز محبتِ الٰہی قائم کرنے کی سرمایہ ہے۔ چنانچہ رسول اکرم نے اسی محبّت کی یادگار میں سنتِ خلیل اللہ یعنی دُنبہ کی قربانی کو جاری رکھا ہے تاکہ مسلمان حضرت ابراہیمؑ کی محبتِ الٰہی کو یاد رکھیں ۔ اسی حقیقت میں ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

ترجمہ۔ خرچ کرو خدا کی راہ میں وہ چیز جو سب سے پیاری ہے۔ چنانچہ انسان کے لئے سب سے پیاری چیز اپنی خودی یا شرک ماسوی اللہ ہی ہے جیساکہ اس پیار کی انتہائی حالت میں اپنے مذہب اور ملّت کی خاطر جان قربان کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آجکل یہ قربانی ہر جگہ ہو رہی ہے۔ اور اگر یہ لوگ نماز میں خودی کی قربانی دے دیں تو پھر قربانی تعصب کی ضرورت نہیں۔

## اللہ اکبر کے ساتھ کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانیکے راز میں حقیقت نفی

## لا الہ کا عملاً مشاہدہ

جب کریں تکبیرِ اولے وہ تمام　　　نورِ وحدت دیکھ لیں اے نیک نام

دنیا کے ہر گوشہ میں یہ دستور العمل عام ہے کہ جب کسی برے کام کو چھوڑنا منظور ہوتا ہے تو وہ دونوں ہاتھ اسی طرح بلند کر کے اس کام کے ترک کا اظہار اور اقرار کیا کرتا ہے کہ جس طرح نماز میں تکبیر اللہ اکبر کے ساتھ دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھائے جاتے ہیں پس یہاں دونوں ہاتھ اٹھانے سے یہ مراد ہے کہ میں دنیا اور عقبےٰ سے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوتا ہوں کی تعلیم ہے یعنی حسب منشا لا الہ بحیثیت توبہ نفی خودی کا اقرار کیا جائے۔ گویا جملہ اوہام مشرکانہ سے توبہ کی جائے۔ اس اقرار کے بعد اپنی فطرت فنا فی الوجود کے مطابق مقام فنا فی اللہ میں حسب ارشاد يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ نماز کے ارکان قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ میں تقویم عالمِ قیام۔ عالم رکوع اور عالمِ سجدہ اور قعدہ کی تسبیح ہوتی ہے نیز عالم ملکوت کا شرف جو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی حقیقت سے انسان کا فرض ہے۔ یعنی جو جو کچھ نعماء عظمےٰ اس کی فطرت میں عطا ہوئی ہیں ان کی ہر واحد حیثیت

ہو۔ عطا ہوا ہے۔ اس حقیقت کے لحاظ سے عالم ملکوت کی تسبیح کرنا بھی انسان

سے يُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کے مطابق تسبیح کرنا لازمی اور ضروری ہے چونکہ حضرت رسالت مآب صلعم نے بمصداق سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عَلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى ۔ سیرِ معراج میں ملاحظہ فرمایا۔ کہ فرشتوں کے گروہ حضرتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تسبیح حالتِ قیام حالت رکوع حالت سجود۔ قعدہ میں کرتے ہیں اور ہر فرشتہ اسماء الحسنٰے میں سے ایک اسم کی تسبیح کرتا ہے ۔ اس لئے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی فطرت کے مطابق ہر مقام ملکوتی قیام۔ رکوع - سجود۔ قعدہ کی تسبیح کی نعمت حضور شمسِ رسالت کو بسلسلہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ تعلیم نماز قیام ۔ رکوع ۔ سجود ۔ قعدہ میں عطا ہوئی اس لئے نماز کا ہر مقام ملکوتی تسبیح کا مقام ہے ۔ چنانچہ اس کا مفصل ذکر ارکانِ نماز ۔ قیام رکوع ۔ سجود۔ قعدہ میں کیا جاتا ہے ۔

## ارکان نماز قیام رکوع ۔ سجود ۔ قعدہ میں حقیقتِ نفی لا الٰہ کا مشاہدہ اور بحقیقت يُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تسبیحات کا مشاہدہ

حسب حقیقت فنافی الوجود اسماء مظہر بحیثیت عبودیت اسماء مُظہر کی تسبیح بمرتبہ معبودیت کرتے ہیں یعنی نماز میں جملہ تقویم قیام مثلاً سیدھی استادہ مخلوق نباتات وغیرہ جو فنافی الوجود کی حقیقت سے انسان کی جزوِ زندگی ہے وہ بحیثیت اسماء مظہر اپنی حقیقتِ تقویم قیام بدرجہ عبودیت يُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کی حقیقت کے مطابق اسماء مُظہر کی بدرجہ معبودیت تسبیح کرے ۔ اس لئے قیام میں پڑھا جاتا ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آخر تک ۔

بعد اسکے جب پڑھیں ام الکتاب — جلوہ گر ہو معرفت کا آفتاب

جب پڑھیں اخلاص کو باصدق دل — نورِ وحدت سے دہیں جاتے ہیں مل

و دیگر آیات اسماء مظہر و اسماء مُظہر جن سے تکبیرِ تحریمہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا راز مشاہدہ ہوتا ہے یعنی فنافی الوجود کی حقیقت سے داخلی اور خارجی مخلوق تسبیح میں مشغول ہے۔ خارجی سے مراد عرش سے فرش تک نظام شمسی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ اربعہ عناصر وغیرہ اور داخلی سے مراد انسان کا وجود سر سے پاؤں تک جس میں تقویم عالم قیام سُبْحَانَکَ اللّٰہ و اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور یہی عالمِ قیام کا قیام میں حسب ارشاد فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ سجدہ ہے اور مراتب ملکوتی انسانیہ میں عالم ملکوت قیام کی تسبیح ہے اور قیام میں عالم قیام کا مراقبہ فنافی اللہ ہے یعنی عالم قیام کے جملہ اسماء مُظہر قیامِ نماز میں اسماء مُظہر کی تسبیح کرتے ہیں۔ اسلئے قیامِ نماز عالم قیام کی تسبیح اور سجدہ کا مشاہدہ ہے۔

بسلسلہ تکبیر تحریمہ عالم قیام کی تسبیح کے بعد رکوع کو جاتے ہوئے تکبیر اللہ اکبر شرک ماسوی اللہ عالمِ رکوع کی نفی کر کے تقویم رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کی تسبیح پڑھی جاتی ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس مقام میں عرش سے فرش تک اور سر سے پاؤں تک تقویم رکوع سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کی تسبیح میں ہے۔ اسلئے نماز میں مقام رکوع عالم رکوع کے فنافی اللہ کا مقام ہے اور یہی عالم رکوع کا نماز میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ کے مطابق سجدہ ہے۔ اور مرتبہ ملکوت انسانیہ میں عالم ملکوت رکوع کی تسبیح ہے۔ اور رکوع میں عالم رکوع کا مراقبہ فنافی اللہ ہے اور اسی طرح سجدہ کو جاتے ہوئے تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے عالمِ سجود کی نفی کرکے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ تحت الثرائے سے عرشِ اعلیٰ تک داخلی اور خارجی حقیقت میں تقویم مسجود کی تسبیح ہے

اس لئے یہ مقام مسجود فنا فی اللہ کا مقام ہے اور تقویم سجود کا سجدہ میں فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ کا سجدہ ہے اور مرتبہ ملکوت انسانیہ میں عالم ملکوت سجدہ کی تسبیح ہے۔ اور سجدہ میں عالمِ سجدہ کا مراقبہ فنا فی اللہ ہے

جب کریں تکبیرِ اولیٰ وہ تمام　　نورِ وحدت دیکھ لیں اے نیک نام

علیٰ ہذا قعدہ میں جانے سے پہلے اَللّٰهُ اَكْبَرُ سے عالم قعدہ کی نفی کر کے قعدہ میں اَلتَّحِيَّاتُ پڑھی جاتی ہے۔ جو تقویم قعدہ کی تسبیح کی حقیقت ہے۔ یہ مقام قعدہ عالم قعدہ کے فنا فی اللہ کا مقام ہے اور تقویم قعدہ کا سجدہ حسب ارشاد فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ قعدہ میں ہے۔ اور مرتبہ ملکوت انسانیہ میں عالمِ ملکوت قعدہ کی تسبیح ہے۔ اور قعدہ میں عالم قعدہ کا مراقبہ فنا فی اللہ ہے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شوند　　ہمچو قرباں از جہاں بیروں شوند

خوب پہچانا خدا کو اے بشر　　ماسوا حق کے گیا سب سے گزر

چنانچہ ان حقائق سجود اور تسبیح کے راز میں قرآن کریم بصراحت ارشاد فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا یعنی نماز میں سجدہ کرتا ہے اللہ کو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ لازمی طور پر نیز ارشاد ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ اس آیہ شریفہ کی حقیقت کے مطابق نماز میں تمام کائنات فطرت انسان میں حسب تقویم تسبیح اور سجدہ میں مصروف ہے۔ اسی حقیقت میں حضرت اقبال فرماتے ہیں

نداند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز　　قیامت ہا کہ در قد قامتِ اوست

دو گیتی را صلا از قراتِ اوست　　مسلماں لایموت از رکعتِ اوست

چہ پرسی از نمازِ عاشقانہ　　رکوعش چو سجودش محرمانہ

تب و تاب یکے اللہ اکبر | نگنجد در نمازِ پنجگانہ
راز ہا، آں قیام و آں سجود | جز بہ بزمِ محرماں نتواں کشود
آنکہ ناز د بر وجودش کائنات | ذکرِ او فرمود باطیب وصلوٰۃ

## نمازِ حضور کی حقیقت میں بیتِ ربی پر تبصرہ

اَنْ تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَّطَھِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ محققین کے نزدیک حسب حقیقت وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔ خدا کے گھر کی حقیقت قلبِ انسان ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَلْقُلُوْبُ بَیْتُ اللّٰہِ نیز قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تعالیٰ چنانچہ (طَآئِفِیْن) سے مراد بروج اور سیارگان سماوی وغیرہ اور (وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ) سے مراد عوالم تقویم قیام۔ رکوع۔ سجود ارضی وسماوی ہے جیسا کہ اوپر کی آیہ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ آخر تک سے صاف ظاہر ہے جیسا کہ طَآئِفِیْنَ اور قَآئِمِیْنَ اور وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ کے حق میں ارشاد ہے اَنْ تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَّطَھِّرْ بَیْتِیَ یعنی ان طائفین۔ قائمین وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ عوالم سے کسی چیز کو بھی میرے ساتھ بحیثیت شرک ماسوی معبودیت بناؤ بلکہ میرے گھر یعنی اپنے دل کو ان کی جزوی اور مادی پرستش سے پاک رکھو۔ چنانچہ نماز میں ان عوالم۔ قیام۔ رکوع۔ سجود وغیرہ کی تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے نفی کی جاتی ہے یعنی کوئی عوالم جزواً یا کلاً اپنی ہستی میں پرستش کے قابل نہیں بلکہ جملہ عوالم یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی حقیقت سے حقیقتِ نماز میں وحدہٗ لاشریک کی تسبیح بحیثیت معبودیت کرتے ہیں اس لئے دل کی ایسی منزہ حالت تَطْھِیْرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَی اللّٰہِ کا حاصل کرنا معرفت الٰہی کا مژدہ اور نجاتِ ابدی کا سرمایہ ہے۔ جیسا کہ ایسے دل کی تعریف میں ارشاد ہے

دِل بدست آور کہ حج اکبر ست — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنگاہِ خلیلِ آذر ست — دِل گزر گاہِ جلیلِ اکبر است

کعبہ ہر چندے کہ خانہ سرّ اوست — دل مگر ایں نیز خانہ سرّ اوست

تا بہ کرد آں خانہ را در وے نرفت — وندریں خانہ بجز آں حی نرفت

دِل چہ باشد مطلعِ انوارِ حق! — دل چہ باشد منبعِ اسرارِ حق

در حقیقت داں کہ دل شد جامِ جم — می نماید اندر و ہر بیش و کم

دل بود مرآت وجہہ ذوالجلال — اندریں صافی نماید حق تعال

پیش سالک عرش رحماں ست دِل — جملہ عالم چوں تن و جان ست دِل

دِل مقام استوائے کبریاست — دل نباشد آنکہ با کبر و ریاست

اسی حقیقت میں حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست — طوافِ او طوافِ بام و در نیست

میانِ ما و بیت اللہ رمزیست — کہ جبریلِ امیں را ہم خبر نیست

اسی حقیقت میں ارشاد ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکٰتِ وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ ترجمہ تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے روبرو امانت پیش کی سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا اور وہ ظالم اور جاہل ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والیوں پر رحمت کرے اللہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

# تفسیر آیہ شریفہ

ا۔ متذکرہ صدر آیہ شریفہ کی تفہیم کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ امانت پر غور کیا جائے۔ عرفِ عام میں امانت سے مراد یہ ہے کہ ایک شئے وقتِ معینہ کے لئے دوسرے کی تحویل میں دے دی جائے اور مقررہ وقت گزرنے پر یَرْجِعُ اِلیٰ اَصْلِہٖ کے پیشِ نظر اپنے اصلی مالک کی طرف لوٹ جائے۔ خالقِ کائنات کو ایسا ہی ایک امانت کا دینا مطلوب تھا اور اس کے لئے امین کی تلاش تھی۔ چنانچہ آسمان و زمین کے مابین خلاء میں جملہ مخلوقات کا جائزہ لیا گیا اور صرف انسان کی ہستی ہی اس قابل نظر آئی جسے اس امانت کا صحیح اہل گردانا گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ کے گراں منصب سے اسے نوازا گیا۔ اور یہ بھی منعمِ متعال کا ایک خاص اندازِ کرم تھا کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کا وقیع انعام بھی اسے عطا ہوا۔ یہاں سے اصلی معنوں میں انسان کی ذمہ داریوں کی ابتداء ہوتی ہے کیونکہ میدانِ حیات میں اُسے یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کا بلند بانگ دعویٰ صرف زبانی جمع خرچ ہی نہیں بلکہ واقعیت اور حقیقت پر مبنی ہے۔ اب نوعیتِ امانت کا سوال ہوتا ہے کہ آخر وہ کونسی شئے تھی جس کے اٹھانے سے آسمان و زمین بلکہ پہاڑ تک عاجز آچکے تھے اور ایک ظالم و جاہل انسان نے اس بارِ گراں کو خود اپنے سر لیا۔ یہ رازِ عبارت ہے اُن جملہ علوم سے جن کی حامل کتاب ہے اور جن کے ادراک پر ہی فضیلتِ بشری کا دار و مدار ہے۔ ہر چند دیگر علوم کا انحصار بھی اصلاحِ تمدن کے معیار کو استقلال اور استقامت دینے میں ایک حد تک کار فرما ہے لیکن یہ علمِ امانت جو معرفتِ الٰہی ہی کا دوسرا نام ہے تعمیرِ تمدن کی اصلی اساس ہے جس کے بغیر عمارت کا قیام ناممکن ہے۔ یہی وہ امانت تھی جس کی تفویض کے لئے کائنات کے گوشے گوشے میں امین کی تلاش ضروری سمجھی

گئی۔ کیونکہ امورِ تمدن کی میانہ روی کا دارومدار صرف امین کی صداقت اور دیانتداری پر تھا۔ بہ الفاظِ دیگر امانت میں خیانت واقع ہونے سے یہ خطرہ تھا کہ تمدنی امور میں تخریب کے نشان پیدا ہو جائیں۔ یا امانت جو معرفتِ الٰہی سے عبارت ہے قرآنی اوامر و نواہی کا سرچشمہ ہے جس کے بارے میں یہ متحقق ہو چکا ہے کہ جب تک معرفتِ الٰہی سے بہرہ حاصل نہ ہو گا تعمیلِ احکام میں کوتاہی ضروری ہے۔ یہیں سے انسان کے لئے معرفتِ الٰہی کا ادراک ضروری اور لابدی قرار پاتا ہے جیسا کہ علامہ صاحب ہر دو امانت کی تعریف فرماتے ہیں ؎

## امانتِ معرفت

مشو غافل کہ تو او را امینی — چہ نادانی کہ سوئے خود نہ بینی
بخود باز آؤ دامانِ دلے گیر — درونِ سینۂ خود منزلے گیر
چراغے درمیانِ سینۂ تست — چہ نور است ایں کہ در آئینۂ تست
چناں در جلوہ گاہِ یار می سوز — عیاں خود را نہاں او را بر افروز
چناں با ذاتِ حق خلوت گزینی — ترا او بیند و او را تو بینی
چہ گویم از من از توش تابش — کند اِنّا عَرَضْنا بے نقابش

## امانتِ شریعت میں فرماتے ہیں

از شریعت احسنِ تقویم شو — وارثِ ایمانِ ابراہیم شو
تا نہ بینی زشت و خوبِ کار چیست — اندریں نُہ پردۂ اسرار چیست
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کُن — نکتۂ شرحِ مبیں را فاش کُن
کس نگردد در جہاں محتاجِ کس — نکتۂ شرحِ مبیں ایں است و بس
ادب پیرایۂ نادان و دانا است — خوش آنکو از ادب خود را بیاراست

ان اشعار سے امانت کی حقیقت بخوبی عیاں ہے۔ خصوصاً اشعار نمبر ۴-۵-۶ اس حقیقت پر روشنی

ڈالتے ہیں کہ معرفت کی علّت غائی مشاہدہ ذات باری ہے۔ اس لئے جب انسان اُس حُسن لم یزل ولایزال ازل الازال ابد الآباد کا مشاہدہ کرتا ہے تو حُسنِ حقیقی اپنی طرف کشش کرتا ہے (چنانچہ کششِ حُسن کا نام عشق ہے) اس لئے مشربِ اقبال میں معرفت اور عشق مرادف ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلعم نے اس امانت الٰہی کو نماز میں مکمل کر دیا۔ اس امانت کے صاحبِ حال نماز میں اس حُسنِ مطلق کی ضیا پاشیوں کے مشاہدات سے اس طرح متکیّف ہوتے ہیں کہ اُس نورٌ علیٰ نورِ حسنِ جہاں افروز میں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا رنگ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً میں نظر آتا ہے اور ان پر اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَی اللّٰہ کی حالت طاری ہو جاتی ہے وہ اللہ کے سوا کسی غیر معبود کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

مجو مطلق دریں دیرِ مکافات — اقبالؔ — کہ مطلق نیست جز نور السمٰوات
آں کان حسن بود و نبود از جہاں نشاں — جامیؔ — وَالْاٰنَ عَنْ عَرَفْتَ عَلیٰ مَا عَلَیْہِ کَانَ

علیٰ ہذا عشق کی تعریف میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

نوائے عشق را ساز است آدم — کشاید راز و خود راز است آدم
زندگی را شرع آئین است عشق — اصل تہذیب است دیں، دیں است عشق
ظاہرِ او سوزناک و آتشیں — باطنِ او نورِ ربّ العالمیں
عشق را از لذتِ دیدار سراپا نظر است — حسن مشتاق نمود است و عیاں خواہد بود
جز عشق حکایتے ندارم — پروائے ملامتے ندارم
تو اے شیخ حرم شاید ندانی — جہان عشق را ہم محشرے ہست

حاصل کلام نماز عشق الٰہی کا وہ معراج کمال ہے کہ انسان اسی کے ذریعے عبادت کی رفعتوں میں پرواز کر سکتا ہے اس لئے ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن۔ چنانچہ اس جذب و سرور میں ان کا دل افعالِ ذمیمہ سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گناہ

کا خیال بھولے سے بھی نہیں آتا۔ اسی حقیقت کا نام رموزِ بیخودی۔ نفی خودی۔ نفی شرک ماسوی اللہ۔ سیر الی اللہ۔ معرفت۔ نماز حضور۔ مکمل آزادی ہے اور یہی راز ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہے کہ جب عشق سرمدی منکشف ہوتا ہے تو انسان اپنی خودی پر نفی کا ظلم کرتا ہے اور اپنی خودی سے جاہل رہ جاتا ہے۔ پس یہی حقیقت اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ ہے اور یہی فضیلت وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ رسالتِ آخر الزمان ہے ہے اور یہی تصوّفِ اسلام سرمایہ مشربِ رومی داقبال ہے۔ چنانچہ اس ہدیہ کا پہلا شاہکار امانت احکام اوامر نواہی کی تطبیق میں ہے۔ دوسرا اور تیسرا شاہکار امانت معرفت الٰہی کی شرح ہیں جن سے عیاں ہے کہ صحیح معنوں میں باعمل اور بامشاہدہ نماز امانت الٰہی کا سرمایہ ہے۔

ب۔ جن لوگوں نے اس امانت میں خیانت کی ان کے حق میں ارشاد ہے لِیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ۔

ج۔ جن لوگوں نے اس امانت میں خیانت نہیں کی ان کے حق میں وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ارشاد ہے۔

## نغمہ نماز از راقم

نمازِ محمد بعین الیقیں است — کہ فرمانِ اشہد مقامِ مبیں است
نمازِ ابو بکر و فاروق و حیدر — ہمیں است اے دل ہمین وہمیں است
نمازِ حسن ایں نمازِ حسین ایں — بوقتِ شہادت نمازِ اولیں است
نمازِ نقی ایں نمازِ تقی ایں — نمازِ چنیں صالحیں عارفیں است
نمازِ تمدن نمازِ تدیّن — نمازِ حضور اصلِ دینِ متیں است
کسے کو نداند ازینساں نمازے — نمازش بگو محنتِ غم نشیں است

خدایا بحقِ نماز آورندہ | بہ بخش ایں نمازِ مرا کیں چنیں است

د۔ اب رہا عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ یہ اس لئے اس امانت کے متحمل یا قابل نہیں تھے کہ ان کی فطرت میں قلبِ انسان کی طرح وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کی ودیعت نہ تھی۔ اسی حقیقت میں علاّمہ صاحب فرماتے ہیں ؎

آں کشادِ شان کہ آدم وانمود | در کشادِ آسمانہا شاں نبود
در فراخی عرصہ آں پاک جاں | تنگ آمد عرصہ ہفت آسماں
گفت پیغمبر[1] کہ حق فرمودہ است | من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز | من نہ گنجم ایں یقیں داں اے عزیز
در دلِ مومن بگنجم اے عجب | گر مرا جوئی در آن دِلہا طلب

## نماز کی علّت غائی

معارفِ نماز اصلاحِ خودی۔ اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی میں نماز کی علّت غائی حیاتِ جاوید ہے اور یہی مجاہدہ جاھد وا فی سبیل اللہ ہے جس کی نسبت حضور سرورِ دو عالم ارشاد فرماتے ہیں رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر یعنی جہادِ اکبر تزکیہ نفس و قلب ہے اور اسکی اشاعت میں جو جنگ ہو وہ جہادِ اصغر ہے۔ قرآن کریم ان مجاہدوں کے حق میں حیاتِ جاوید کی خوشخبری ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ۔ ترجمہ۔ اور تو مت خیال کر جو لوگ اللہ کے راستہ میں مارے جاتے ہیں وہ مُردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اور جو اللہ نے دیا اس سے خوش وقت رہتے ہیں نیز ارشاد ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

[1] تلمیح بہ حدیث شریف لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی فی قلب عبدی المومن ط

ترجمہ۔ ان لوگوں کو مُردہ مت کہو جو اللہ کے راستہ میں مارے جاتے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم نہیں جانتے۔

نصوص بالا سے صاف عیاں ہے کہ ان مجاہدوں کو حیاتِ جاوید نصیب ہوتی ہے اسی حقیقت میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

نداند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز　　قیامت ہا کہ در قد قامتِ اوست

دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست　　مسلماں لایموت از رکعتِ اوست

مردِ حق باز آفریند خویش را　　جز بنورِ حق نہ بیند خویش را

آنکہ حیٌّ لایموت آمد حق است　　زیستن با حق حیاتِ مطلق است

ہر کہ بے حق زیست جز مردار نیست　　گرچہ کس بر ماتمِ او زار نیست

پس اہلِ اسلام جہادِ اکبر سے حیات جاوید حاصل کر کے ایسے جسور و غیور ہو سکتے ہیں کہ ان کے دل سے موت کے خطرات محو ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اشاعت اسلام میں بے دریغ جہاد اصغر کر سکتے ہیں اور اُس جنّت کے مستحق ہوتے ہیں جس کی بشارت میں ارشاد ہے۔ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ط یعنی متقیوں کیلئے وہ جنّت ہے جو آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے پہلے شاہکار میں اس تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے جو اسلام میں تزکیہ نفس ہے اس کیلئے جہادِ جہد کی ضرورت ہے۔ اور تیسرے شاہکار میں اس اتقاء کا ذکر ہے جو اسلام میں تزکیہ قلب شرک ماسوی اللہ ہے اس لئے ایسے متقی بالفاظ مرادف مجاہد اس جنّت کے مستحق ہیں جس کی خوشخبری اس آیہ شریفہ میں دی گئی ہے اور وہ اس جنّت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ط ترجمہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اسی حقیقت

میں علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بہشتے بہرِ پاکانِ امم است
بہشتے بہرِ ارباب ہمم است

بگو ہندی مسلماں راکہ خوش باش
بہشتے فی سبیل اللہ ہمیں است

بیا یک ذرّہ از دردِ دلم گیر
تہِ گردوں بہشتِ جاوداں ساز

# مآلِ تحصیل اقبال

ناظرین اس کتاب میں علامہ صاحب کے کلام سے ان کی تکمیل تحصیل کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب آپ کے مضامین معارف نماز کی شرح ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ آپ کی تحصیلِ اسلام سے مکمل ہے نہ کہ فلسفہ مغرب سے آپ فرماتے ہیں ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

بلکہ آپ فلاسفرانِ یورپ گوئٹے وغیرہ کے متعلق یہ دعوٰی کرتے ہیں ؎

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سرِّ محبت سے بے نصیب رہا

پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانہ میں
تو اقبال اسکو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

مے از میخانۂ مغرب چشیدم
بجانِ من کہ دردِ سر خریدم

نشستم بانکویانِ فرنگی
ازآں بے سوز تر روزے ندیدم

پیرِ مغرب شاعرِ المانوی
آں قتیلِ شیوہ ہائے پہلوی

بست نقشِ شاہدانِ شوخ شنگ
داد مشرق را سلامے از فرنگ

در جوابش گفتہ ام پیغامِ شرق
ماہ تابے ریختم در شامِ شرق

مکدر کرد مغرب چشمہ ہا و علم عرفاں را
جہاں را تیرہ تر سازد چہ مشائی چہ اشراقی

بگرداں جامِ وازِ افسانۂ افرنگ کمتر گو ہزاراں کارواں بگذشت ازیں ویرانہ پے در پے
دہریت چوں جامۂ مذہب درید مرسلے از حضرتِ شیطاں رسید
آں فلارنساوی مادہ پرست سرمۂ او دیدۂ مردم شکست

یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ تمام عمر ہر قسم کے ریا سے بے ریا رہے۔ اس لئے آپ کا کلام ہر ریا سے پاک ہے اور معارفِ اسلام بیان کرنے میں خلوصِ خدمتِ اسلام کے سوا آپ کا کوئی نظریہ نظر نہیں آتا۔ بدیں خوبی آپ کا مشرب خصوصیت سے قابلِ قدر ہے۔ اگر مسلمان اپنے سینوں میں اسلامی جذبات کی لہریں چلانا چاہیں تو مشربِ اقبال سے بہتر کوئی مشرب نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

بے نیازانہ ز شوریدہ نوائم مگذر مرغِ لاہوتم از دوست پیامے دارم
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام تا درخشی مثلِ تیغِ بے نیام
بیا یک ذرہ از دردِ دلم گیر تہِ گردوں بہشت جاوداں ساز

آپ اپنے مشرب کے خلاف مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہیں ؎

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے
مسلماں ہیں توحید میں گرمجوش مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن تصوف شریعت کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام

بر طبق فرماتے ہیں ؎

ہر کہ بے حق زیست جز مردار نیست گرچہ کس بر ماتمِ او زار نیست
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

ان اشعار سے عیاں ہے کہ جب تک اسلامیوں میں اسلامی روح نہ ہو مُردہ ہیں۔ اسلئے مُردے زندوں کے کام کیونکر کر سکتے ہیں جو وہ کرنا چاہتے ہیں۔

نیز اس کتاب سے واضح ہے کہ آپ کی شاعری شاعرانہ تخیلات نہیں بلکہ آپکی شاعری دینِ فطرت کی ضیاء پاشیوں کا مہر درخشاں ہے اس لئے آپ بذریعہ شاعری مجتہد ہیں نہ کہ محض شاعر جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| او حدیثِ دلبری خواہد زمن | رنگ و آبِ شاعری خواہد زمن |
| کم نظر بیتابی جانم ندید | آشکارم دید و پنہانم ندید |
| فطرتِ شاعر سراپا جستجواست | خالق و پروردگارِ آرزو است |
| شاعر اندر سینۂ ملّت چو دل | ملّتے بے شاعری انبارِ گِل |
| سوز و مستی نقشبندِ عالمے است | شاعری بے سوز و مستی ماتمے است |
| شعر را مقصود اگر آدم گری است | شاعری ہم وارثِ پیغمبری است |

## پیشکش میں بیان کردہ گیارہ نظریّہ کی یاددہانی اور نکتہ چین طبقہ

ناظرین اس کتاب کے ملاحظہ کے بعد اُن گیارہ نظریوں کی طرف توجّہ فرمائیں جو پیشکش میں بیان ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ وہ سب نظریئے پایۂ تکمیل میں ثابت ہونگے اور اگر کسی نظریہ میں کوئی کمی ہو تو دوسرے دفتر میں مکمل ہے۔

عالی ہمت بلند نظر احباب سے واثق امید ہے کہ وہ اس ہدیہ کے متعلق اپنی رائے کا فراخدلی سے اظہار فرمائیں گے۔ نکتہ چین طبقہ پر ہمیں کوئی شکایت نہ ہوگی کیونکہ وہ سوائے نکتہ چینی اپنی حاسدانہ کمزوری کا اظہار کرنے پر اسی طرح مجبور ہوتے ہیں جس طرح نیش زن جانور نیش زنی میں۔ جن کے حسب حال یہ حکایت ہے کہ کسی زمانہ میں ایک مصوّر نے اپنے کمال کا امتحان لینا چاہا اور ایک نہایت خوبصورت تصویر بنا کر شہر کے دروازے پر لٹکا دی اور اس پر یہ فقرہ لکھ دیا کہ اس تصویر میں جہاں نقص ہو وہاں نشان لگا دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تصویر کا کوئی حصّہ ایسا نہ تھا جس پر نشان

نہ لگایا گیا ہو۔ مصوّر نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کو اپنے ہُنر پر سخت ملال ہوا اور وہ اپنے دل میں سمجھا کہ میں ابھی مصوّری میں نہایت ناقص ہوں۔ لیکن اس مایوسی کے ساتھ اس کو یہ خیال ہوا کہ ایک دفعہ اور اپنے کمال کا امتحان کر لیا جائے۔ چنانچہ اس نے دوبارہ وہی تصویر بنائی اور اسی دروازہ پر لٹکا دی اور اس دفعہ اس پر یہ لکھ دیا کہ جس کو جہاں نقص نظر آئے وہ اس کی درستی کر دے۔ چند روز تصویر لٹکی رہی لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ نقص دیکھے اور اصلاح کرے۔ تب مصوّر کو یقین ہو گیا کہ پہلی دفعہ جو نشان لگائے گئے تھے وہ محض حاسدانہ نکتہ چینی کا اظہار تھا درحقیقت صاحبِ کمال مصوّر کوئی نہ تھا ورنہ اس دفعہ ضرور اصلاح ہوتی۔ اسلئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر بزعمِ خود کسی کو نکتہ چینی کا دعوٰی ہو تو اس کے لئے یہ مثال کافی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ صاحبِ نظر ہو تو نکتہ چین نہ ہو۔ لہٰذا اس ہدیہ کو دُعا پر ختم کیا جاتا ہے۔

خداوندا بحقِ ذاتِ موجود  دلِ مشتاق منداں را تو مقصود
زِ بہرِ حضرتِ انسان مسعود  بکن روشن دل انساں زِ مشہود
بدہ توفیق بر احسانِ احسن  نگہدار از ریاکاریٔ مذمن
بخوشنودیٔ تو خوشنود باشیم  زِ اوہامِ خودش مفقود باشیم

زِ نورِ معرفت معمور باشیم
برحمت ہر دمے مشکور باشیم

# تناقیدِ مذاہب

راقم الحروف نے تناقیدِ مذاہب میں حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں:۔

۱۔ حقیقت مادہ پرستی

۲۔ قدامت مادہ روح خدا

۳۔ معارفِ جبریل

۴۔ فلسفۂ اسلام اور اقبال

۵۔ فلسفۂ اشراقین اور اسلام۔

۶۔ معارفِ قرآن اور اقبال

۷۔ فضیلتِ اسلام

ان کتابوں میں جملہ مذاہب کی حقیقت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے۔ اہلِ اسلام کو یہ کتابیں ضرور پڑھنی چاہئیں تاکہ تناقیدی سلسلہ میں اسلام کی سچائی کے نورافشاں منظر ملاحظہ کریں۔

کتابت:۔ شاہ علی خوشنویس۔ ادارہ کتابت۔ ریلوے روڈ۔ جالندھر شہر

# نہایت ضروری التماس

فصوص الاسلام اور اقبال تین دفتر پر مشتمل ہے۔

دفتر اوّل۔ فلسفۂ اسلام اور اقبال۔

دفتر دوم۔ فلسفۂ اشراقیین اور اسلام۔

دفتر سوم۔ معارفِ قرآن اور اقبال۔

جو صاحب فلسفہ اسلام اور علّامہ سر محمد اقبالؒ کے کمالات سے پُورا لُطف حاصل کرنا چاہیں وہ ہر سہ دفتر ملاحظہ فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

اقبال بُک ڈپو جالندھر شہر محلہ راستہ

متصل چاہ مصری خاں (پنجاب)

مطبوعہ انتظامی پریس حیدر آباد دکن